اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد ۳۰
شمارہ ۹
محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
جون ۱۹۹۵ء

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر : عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم ۔ شفیق فاروقی

ایگزیکٹو ایڈیٹر
حافظ راشد الحق سمیع

فون: ۲۴۰، ۴۳۵، ۵۲۴۹ کوڈ ۰

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲۰/- امریکی ڈالر
سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نقشِ آغاز

- کراچی کی حالتِ زار پر انذار۔
- ملاکنڈ ڈویژن میں تحریک نفاذ شریعت۔

نہ جانے اس وقت کتنے "پاکستانی مسلمان"، "مسلمان" کہلانے والے افراد کے ہاتھوں پاکستان بالخصوص کراچی کے روزمرّہ کے مطابق مظلومیت سے قتل ہوئے کتنی معصوم بچوں کی عصمتیں لٹیں، کتنے بے گناہ شہری راہ چلتے کٹے، کتنے کتنے ڈاکہ دہشت گردی اور اغواء کے واقعات سے زندہ درگور ہوئے۔

اپنے ہی پاکستانی بھائیوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں کراچی کشت وخون کا لالہ زار بنا ہوا ہے، اخبارات اٹھایئے توسوختہ لاشوں کے مناظر ہیں جو دل کو پگھلا کے رکھ دیتے ہیں، روح کے اندر گرم سلاخیں اتر جاتی ہیں، ایسے حالات میں سوچ منجمد قوتِ اظہار مسلوب اور صلاحیتِ کار مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔

قرآنی ہدایت، "ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے" اور نبوی ارشاد "ایک مسلمان کے خون کی حرمت خانہ کعبہ کے شرف واحترام سے بڑھ کر ہے" کو عملاً طاقِ نسیاں پر رکھ دیا گیا ہے روزانہ ایک دو نہیں، تین چار نہیں، درجنوں بے گناہ مسلمانوں کی لاشوں کا انبار ہماری نظروں کے سامنے ہوتا ہے، قاتل بھی مسلمان، مقتول بھی مسلمان، بے حس محافظِ قانون بھی مسلمان، اور اندھا بہرا منصف بھی مسلمان! بارِ الٰہ! بے کسی اور بے بسی کا کیسا پر ہول اور اذیتناک سناٹا ہے، مولانا سمیع الحق نے بجا فرمایا کہ "قیامِ امن کی چابی وزیر اعظم، صدرِ مملکت، قائدِ حزبِ اختلاف اور چیف آف سٹاف کے ہاتھوں میں ہے" خدا کرے کہ وہ بھی اس حقیقت کو سمجھیں اور انہیں اقدام کی توفیق حاصل ہو، ہماری دعا ہے کہ بارِ الٰہ! ہمارے ملک پر اور اس میں بسنے والوں پر رحم فرما جن اربابِ بست وکشاد کے اعصاب کو اندیشۂ سود وزیاں کی زنجیروں نے جکڑ رکھا ہے انہیں توفیقِ عمل عطا فرما جن کے کان بند ہیں انہیں قوتِ سماعت نصیب فرما جن کے قلوب مضمحل اور پژمردہ ہیں انہیں ہمت وحوصلہ ارزاں فرما۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہم باری تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمت آزاد وخود مختار مملکت کی حفاظت کا حق ادا نہ کر سکے، اپنی غفلت، بے حسی اور دشمنوں کی عیاری کے ہاتھوں ہم نصف سے زائد ملک گنوا بیٹھے،

ج پھر وہی منظر ہے، کردار وہی، منصوبہ ساز وہی، حکمران وہی، سیاست دان وہی، سرمایہ کار وہی ہدایت کار ہی، آج کراچی میں بھارت بھی ہے اور اس کی مکتی باہنی بھی، ہندو کی سازشیں بھی ہیں اور یہود کے یشہ دوانیاں بھی، امریکہ کی سرپرستی بھی ہے اور ان سب کی آلۂ کار قوتوں کی فرمانروائی بھی، یہ ایسی ایک قیقت ہے جو حکمرانوں پر بھی منکشف ہے اور سیاست دانوں پر بھی، واردات کے مرتکبین پر بھی، اور واردات نشانہ بننے والوں پر بھی۔

بس اب وقت ہے اور شاید پھر یہ موقع نہ ملے، ارباب بست وکشاد سر جوڑ کر بیٹھیں اور متحدہ وقف اور متحدہ اقدام کریں شقاوت، بے رحمی، سفاکی اور درندگی کی قوتوں کو اٹھا کر دریا برد کر دیں۔ قومی وملی اور ملکی کشتی کے کھیون ہار جنہیں خدا نے اپنے بندوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کا محافظ بنایا ہے، انہیں قاتلوں، ڈاکوؤں اور تخریب کاروں کی معاونت اور سرپرستی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ وہ نہیں نیست ونابود کرنے کے لیے آگے آئیں انہیں اپنی حکومتی بالادستی اور سیاسی بلند مقامی سے کام لیتے ہوئے اپنے دست وبازو کو حرکت دینے اور اپنا فرض ادا کرنے کا جرأت مندانہ مظاہرہ کرنا چاہیئے۔

——— اور یہ بھی یاد رہے کہ ———

جب انسان اپنے مالک وخالق کی قانون شکنی پر اتر آتا ہے اور بات بغاوت اور سرکشی تک جا پہنچتی ہے اور انسانوں کا وہ گروہ جس کا فرض منصبی خود اپنی اصلاح وتعمیر اور دوسرے تمام بنی نوع انسان کی درستگی افکار و اعمال، قیام امن اور پیہم جدوجہد سے غفلت اور آخر کار خیانت کا مرتکب ہوتا ہے تو قانونِ الٰہی حرکت میں آتا ہے۔

اور نسیم سحری کے جھونکے بھیجنے والے درخت مضبوط تنوں سمیت ہوا میں اڑتے خلا وفضا مہیب آوازوں اور خوفناک شعلوں، زمین تباہ کن زلزلوں اور دریا وسمندر خطرناک ترین طوفانوں کی ڈیوٹی انجام دینے لگتے ہیں۔ امن غارت ہو جاتا ہے، انسان درندہ بن جاتا ہے، محافظ، رہزن اور بھائی دشمن بن جاتا ہے۔ اور یہ قانون نافذ ہو جاتا ہے۔ ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ بحر وبر میں فساد چھا جاتا ہے انسانوں کے اعمال میں فساد آجانے سے۔

اور جب بحر وبر انسانی اعمال کی ہلاکت آفرینی کا عکس بن جاتے ہیں تو قانونِ الٰہی کا ضابطہ یہ ہے کہ۔ إن الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ حاکم ومالک کائنات کسی قوم کے روزمرہ اور حالات کو اس وقت تک (تغیر وتخریب اور تباہی سے تعمیر) کی صورت میں نہیں بدلتے

جب تک کہ خود انسان اپنے فکر و عمل اور روح و اعضاءِ بدن میں تبدیلی نہیں کرتا۔

آج ہمیں کراچی بلکہ پورے ملک میں بدامنی، قتل و خونریزی، دہشت گردی، سفاکی اور چار سو پھیلے ذہنی کرب اور مسلسل فتنہ و بلا میں ابتلا کے ذریعہ متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے محاسبے کا وقت آ پہنچا ہے۔ اگر عاد و ثمود، فرعون و ہامان، شداد و نمرود کے انجام سے بچنے اور سلیمان و داؤد، ابراہیم و محمد (علیہم صلوات من ربہم و رحمۃ) کی پُرعظمت و برکت کامرانی سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہو تو فرعونی استبداد، مظالم، قوم نوح کی بے حیائی، قوم صالح کی تاجرانہ خیانت اور بنی اسرائیل کی مکاری و منافقت سے دستکش ہو جاؤ ــــــ اور جس طرح چاند، سورج، پانی، ہوا اور عظیم و پرشکوہ آسمان اور خلاء، فرمانروائے حقیقی کے تابع فرمان ہے اسی طرح تم بھی سمعنا و اطعنا کی زندگی اختیار کر لو تو ع یہ لوح و قلم تیرے ہیں۔

تو آیئے ــــ فیصلہ کریں، ہم ان آسمانی فضائی اور زمینی خطرناک فساد کے بعد ہی سہی۔ اب ہی یہ نغمہ الاپیں۔ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا۔ کائنات اور ہم سب کے مالک و محسن، خالق و رازق، آقا و مربی ذاتِ برحق!

ہم نے آپ کی جانب سے بھیجے پیامبر کا پیغام سنا، وہ منادی برحق ہمیں ایمان و اطاعت کی جانب پکارتا تھا، ہم نے اس پکار اور دعوت کو سنا، تو ہم اپنے آپ کو اس دعوت صدق و فلاح پر لبیک کہتے ہیں اور ہم میں سے ہر فرد، قبلہ رُو، یہ عہد کرتا ہے کہ

ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین ہ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اوّل المسلمین۔ میری عبادات و قربانی (رہی کیا) میرا مرنا اور جینا، سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو ساری دنیاؤں کا مالک و حاکم ہے اور خالق پروردگار بھی، اس کا کوئی کوئی بھی شریک نہیں، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سرتاپا ایمان و اطاعت بن جاؤں تو میں اعلان کرتا ہوں اگر کوئی دوسرا مانے یا نہ) میں تو سب سے پہلے اپنے آپ کو اس دعوت حق و کامرانی کے سپرد کرتا ہوں (وانا اوّل المسلمین) اس خطرناک آسمانی فضائی اور زمینی ــــ لرزہ خیز انتباہات کے بعد۔

اٹھیے، اپنے آپ کو سچے مخلص اور عقیدہ و عمل دونوں پہلوؤں سے مسلمان بنایئے ــــ اور صرف کراچی میں برسرِ پیکار گروہوں کو ہی نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان اور دنیا کے پانچ ارب مسلم و غیر مسلم افراد انسانیت کو جھنجوڑ کر رکھ دیں اور سب کو امن و سلامتی، نجات و فلاح کامیابی و کامرانی کے ضامن، پیام و سلام سے آگاہ کریں تاکہ پھر سے چشمِ افلاک۔ یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا کا منظر دیکھے

اور یہ چار سُو رحمت عام ہو۔

ملاکنڈ ڈویژن میں تحریک نفاذ شریعت کے کارکن ایک بار پھر نفاذ شریعت کا پر امن جمہوری اور معقول مطالبہ کے کر حکومت کے جھوٹے وعدوں، منافقانہ کردار اور دو غلی پالیسی کے خلاف میدان عمل میں کود پڑے ہیں وہ سلسلۂ احتجاج کو پر امن رکھنے کے لیے صرف گرفتاریاں پیش کرنے اور جیل بھرنے کی تحریک پر اکتفا کا پروگرام لے کر اٹھے تھے مگر حکومت نے ان کی بات سننے کے بجائے حسب سابق تشدد اور طاقت سے کچلنے کا فیصلہ کیا۔ نیم فوجی دستوں اور پولیس نے مظاہرین پر گولی چلائی حکومت کی اس متشددانہ کارروائی اور غیر جمہوری کارکردگی کے خلاف تحریک کے کارکنوں میں اشتعال تھا اور وہ کسی بھی انتقامی کارروائی کا اقدام کر سکتے تھے۔

چنانچہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ملاکنڈ ڈویژن میں تحریک کے قیادت سے ملنے اور تحریک کو عدم تشدد اور پر امن رکھنے کے لیے وہاں کے علماء بالخصوص حقانیہ کے فضلاء سے ملاقات اور مشاورت کے لیے روانہ ہوئے تو حکومت نے انہیں مقام پر روک لیا؛ اور کئی گھنٹے حراست میں رکھ کر واپس کر دیا، حکومت کے اس اقدام نے تشدد اور جذبۂ انتقام و اشتعال میں جلتی پر تیل کا کام کیا مگر مولانا نے اپنے تلامذہ و فضلاء اور نفاذِ شریعت کے کارکنوں کو پُر امن رہنے اور پُر امن طریقے سے تحریک کو آگے بڑھانے کی تلقین کی۔

لاریب، نفاذ شریعت کی یہ گونج پورے ملک ہی نہیں پورے عالم میں سنی گئی اور سنی جا رہی ہے۔ اگر یہ لوگ ایک منظم تحریک اور پر عزم قیادت کے طور پر آگے آتے ہیں اور پاکستان سمیت تمام عالمی دینی اور اسلامی تحریکوں سے رابطہ جوڑ کر اپنے کاز کو آگے بڑھاتے ہیں تو ایک صالح انقلاب ابھرے گا اور پوری اسلامی برادری ان کی حمایت کرے گی۔

ع ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

اس تحریک میں بھی سیاست کا امتزاج ہے مگر مزاج خالصتہً مذہبی ہے اگر اسے خالصتہً دینی اور مذہبی رہنے دیا گیا اور حصول منزل کے لیے مذہبی تعلیمات اور ہدایات پر کاربند رہا گیا تو ملک بھر کے مسلمان متحرک ہو جائیں گے کہ مسلمانوں میں اب بھی اسلام کے نام پر متحرک ہونے کا جذبہ والہانہ حد تک موجود ہے۔

ملاکنڈ ڈویژن میں عوام اور حکومت میں جو محاذ آرائی شریعت کے نفاذ کے مطالبے پر ہو رہی ہے

وہ اس لیے ہو رہی ہے کہ عوام شریعت کے نفاذ کے خواہاں ہیں اور حکمران اس مطالبے کی پذیرائی سے
گریزاں، چنانچہ جب نفاذِ شریعت کی تحریک عروج پر آتی ہے تو حکومت بہلانے، فریب دینے، ڈرانے
دھمکانے اور سہانے کے تمام ممکنہ حربے استعمال کرتی ہے۔

اس سے سرحد ہی نہیں مرکزی حکومت کی بھی اسلام، جمہوریت پسندی بے نقاب ہو گئی کہ عوام
خواہشات اور جمہور کے استحقاق کے مقابلے میں ایک استبداد کے صرف اسی لیے طرفدار ہیں کہ امریکہ جہاد
اسے بنیاد پرستی قرار دے کر کچلنا چاہتا ہے۔

خدا کرے یہ تحریک ایک منظم دینی تحریک بنے سر دست جس کی رہنمائی نچلے طبقے کے ہاتھ میں ہے
شہری زندگی میں اس کا رسوخ بڑھ رہا ہے ملکی دین پسند قوتوں کی طبیعتیں ادھر راغب ہو رہی ہیں جس سے
حکمران اپنے طور پر خدشہ محسوس کر رہے ہیں اور حکومت پریشان ہے کیونکہ ان کے نزدیک قبائلی، جہادی اور اسلا
انقلابی تحریکوں کا بازوئے شمشیر زن ہیں اور یہاں کسی دینی اور جہادی تحریک کا پنپنا مغربی آقایان ولی نعمت
کے منشا کے خلاف ہے۔

تاہم اس میں تحریک کے قائدین کو بڑے حزم و احتیاط اور حکمت و تدبیر سے کام لینا ہوگا کہ ایسے
مواقع پر سرکاری مسلمان، رئیس، نوابزادے اور خانزادے اپنے آقایان ولی نعمت کا اشارۂ ابرو پاتے
ہی نو دو گیارہ ہو جاتے ہیں کاسہ لیس اور ٹوڈی لوگ تحریک کو اپنی راہ میں مزاحم پا کر عوامی راستہ مسدود
کرنے کی سعی کرتے ہیں اور یہی حکومت کی خواہش ہوتی ہے جب کہ قبائل کے سادہ لوح مسلمان، سیا
داؤ پیچ، مکر و فریب، مذاکرات اور مروجہ سیاست کے مزاج آشنا نہیں ہیں، یہی وجہ ہے گزشتہ
کی عظیم قربانیوں اور زبردست مظاہرے کے باوجود یہ تحریک ... کسی نتیجہ
نتیجہ اور مطلوبہ منزل کے حصول کے بغیر ایک عظیم مظاہرہ ایثار پر ختم ہو گئی۔

اقوام عالم کی تاریخوں اور عالمی تحریکوں کے مطالعہ سے قومی جدوجہد کے اصولوں میں ایک اہم چیز
جو سامنے آتی ہے وہ حصول مقصد کے لیے حکمت عملی، تنظیم، باہمی اعتماد، عالمی ارتباط اور عدم تشدد کا
فلسفہ ہے قوت و استحکام کے بغیر ٹکرانا اور تشدد کی راہ اپنانا ہرگز راہ راست نہیں ہے جب کہ حکمران د
سے یہ چاہتے ہیں کہ تحریک تشدد کی راہ اپنائے اور ٹکرا کر ختم ہو جائے عدم تشدد کوئی مذہب یا قومی جدوجہد کا کوئی عملی فلسفہ نہیں
لیکن جن قومی اور غیر قومی حکومتوں سے مسلمانوں کو واسطہ پڑ رہا ہے ان کے مظالم سے تشدد کے ساتھ نپٹنا
سہل نہیں ایک بڑا خون خرابہ ہی ایک چھوٹے خون خرابے کو لے ڈوبتا ہے۔

تشدد میں ہمیشہ ان لوگوں کو بربادی اور ہلاکت سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو عموماً اس میں حصہ نہیں لیتے عدم تشدد ایک ایسا ہتھیار ہے کہ جو لوگ اس میں حصہ لیتے ہیں نقصان ہو تو انہی کا ہوتا ہے اور فتح ہو تو سب کو فائدہ پہنچتا ہے۔ قربانی یہ نہیں کہ ہم دوسروں کو قربان کر دیں قربانی یہ ہے کہ ہم خود قربان ہو جائیں فی زمانہ جنگ کے ہتھیار اتنے مہلک ہو گئے ہیں کہ جس جماعت یا فرد کے تصرف میں ملک کے خاص عناصر مثلاً فوج پولیس اور سول سروس کے افراد ہوں گے وہ اپنے ملک کے عوام کو بہ آسانی کچل سکے گا ڈکٹیٹروں کے ملک اسی اصول پر چلتے ہیں ایشیا اور افریقہ کے وہ ملک جو برطانوی فرانسیسی ولندیزی اور اطالوی چنگل سے آزاد ہوئے ہیں ان کی سیاست اتنی گندی ہے کہ ان ملکوں میں اول تو استعمار کے پرانے نمک خوار اور ان کے ادنیٰ غلامت گذار حکمران ہیں۔ بڑی طاقتوں نے ان حکومتوں کا بناؤ اور بگاڑ اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے کہ عوام میں اپنی حکومتوں کے آمروں یا کھلاڑیوں سے عہدہ برآ ہونے کی سکت ہی نہیں وہ ہتھیاروں سے مقابلہ ہی نہیں کر سکتے اور اگر کسی غیر ملکی طاقت سے ہتھیار لے کر جنگ کریں تو اپنے ہی ہاتھوں ملک تباہ ہو جاتے ہیں اور عوام کو موت کی حشر آفرینیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عدم تشدد ہی ایک ایسا فلسفہ ہے جو پسماندہ ملکوں کو استعماری امداد کے پروردہ حکمرانوں سے نجات دلا سکتا ہے۔

لہٰذا اس موقع پر ہم تحریک کی قیادت اور کارکنوں سے یہی کہیں گے کہ وہ حکومت کے ہر اس حربے کو ناکام بنا دیں جس سے تشدد کی راہ نکلتی ہو کر جوش سے مسائل حل نہیں ہوتے جب ہوش ہو گا تب عقل ناخن تدبیر سے کام لے گی حکومت کے عزائم یا اقدامات خطرناک ہیں وہ ملاکنڈ کو بھی کراچی بنانا چاہتی ہے اور خود اپنے لیے کوئی محاذ کھولنا چاہتی ہے مگر تحریک کے قائدین کو بیداری، حالات سے واقفیت، دور اندیشی اور ہر اقدام سے پہلے اس کے عواقب و انجام کا پورا جائزہ لینا چاہیئے۔

(عبدالقیوم حقانی)

جناب اسرار عالم صاحب

اسلام اور اکیسویں صدی کا چیلنج

اِن دنوں بعض مخصوص الفاظ اور موضوعات زبان زد خاص و عام ہیں۔ کیا دانشور کیا عامی۔ ہر جگہ ان کے چرچے ہیں۔ مثلاً اکیسویں صدی، نئی نسل، نئی قدریں، نیا زمانہ، پرانی نسل، پرانی قدریں پرانا زمانہ وغیرہ۔

حتیٰ کہ اب اس طرح کے الفاظ کی بازگشت ان حلقوں میں بھی نا مانوس نہیں جنہیں ہم علوم اسلامی کا حلقہ کہہ سکتے ہیں۔ بلاشبہ دیگر افراد اور حلقوں سے جو بات یہاں مختلف نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں یہ گفتگو یا بحث عموماً اسلام کے لاحقے یا سابقے کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

بعض سوالات نہایت درجہ سنجیدگی سے پوچھے جاتے ہیں۔ مثلاً نئی صدی آرہی ہے نئی نسل کو کیا کرنا چاہیئے؟ نئی نسل اور نئی صدی کے لیے کیا لائحہ عمل ہو؟ اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے لیے کیا کیا تیاری ضروری ہے؟

جو افراد روایتی ملّی احساس زیادہ رکھتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ نئی صدی میں داخلے کے لیے مسلمانوں اور مسلم ملکوں کے پاس کیا کیا ہونا چاہیئے؟ ابھی تک ہم کیا کیا حاصل کر چکے ہیں اور مزید کیا درکار ہے؟ کن کن شعبوں میں ہم پس ماندہ ہیں اور اسے دور کرنے کے لیے ہمیں کیا کیا کرنا ہے؟

ان سوالات و اضطرابات اور ان کے پس منظر پر جس قدر غور کیا جاتا ہے یہی بات نظر آتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے ہزار درجہ جذبۂ مخلصانہ کے باوجود اس فکر میں نقالی کم نگاہی یا سطحیت کارفرما ہے۔ کیونکہ بیسویں صدی سے اکیسویں صدی کی مذکورہ فکر اور اس کے لوازمات دراصل اُس اساس پر قائم ہیں جس کا ظہور عصر حاضر میں نشاۃ الثانیہ کے نام سے مشہور ہے جس کے تحت انسان من حیث النوع جہل سے علم اور تاریکی سے روشنی کی طرف گامزن ہے۔ یہ فکر اپنی روح کے اعتبار سے جاہلی ہے۔ اور اس کی وہ جاہلیت خالصہ ہے جس کے تحت۔

ا۔ حیاتِ انسانی روئے زمین پر مادے کی غیر معمولی، لامعلوم مگر اتفاقی اور حادثاتی عمل کا نتیجہ ہے اس میں کسی خالق یا صناع کی کاریگری اور منشاء کا کوئی دخل نہیں۔ یہ ایک آزاد، بے لگام اور بے سنگ و میل

سفر ہے ۔ ماضی اور مستقبل کی یکساں لامعلوم تاریکیوں کے مابین ۔

۲۔ انسانی عقل فیصلہ کرنے، خیر و شر کے مابین آزادانہ تمیز کرنے، مفید و غیر مفید کے مابین فرق کرنے، اور اپنے لیے قدریں متعین کرنے کے اعتبار سے کافی ہے اور یہ عقل عقلِ کل کا حکم رکھتی ہے ۔

بلا شبہ یہ جاہلی فکر کوئی نئی چیز نہیں ۔ ربّانی فکر کے مقابلے میں شیطانی فکر ہمیشہ سے موجود رہی ہے ہاں عصرِ حاضر میں اس کا ظہورِ جدید نشاۃ الثانیہ کہلاتا ہے جو اب گویا نقطۂ کمال تک پہنچ رہا ہے ۔

بلاشبہ قابلِ غور ـــــ اور بے حد تشویش ناک ۔ وہ فتنۂ جدید ہے جو ان افراد و اجتماعیات کے درمیان سر اُبھار رہا ہے یا جس کا قوی اندیشہ ہے جو اس بات کا عزم لے کر اٹھے ہیں کہ مغرب کے طاغوتی نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں گے ۔ اکیسویں صدی اور اس کی تیاریوں سے متعلق بعض علمی و دینی حلقوں میں صدائے بازگشت دراصل اسی کی غمازی کرتی ہے ۔ اس سے اس بات کا اندازہ لگانا چنداں دشوار نہیں کہ جاہلیت خالصہ کی فکر اور اس کی ہمہ گیری کس درجۂ کمال کو پہنچ رہی ہیں کہ دوست تو دوست اب دشمن بھی وہی راگ الاپ رہے ہیں ۔ کبھی کبھی انسان دشمن سے طویل عرصے تک لڑتے لڑتے یا اس سے صد درجہ مرعوب ہو جانے کے سبب ـــــ (بلا شبہ لاشعوری طور پر) دشمن کی طرح سوچنا، چلنا، بولنا اور برتنا شروع کر دیتا ہے ۔ اور یہ بھول جاتا ہے کہ فی الواقع اس کی کوئی الگ سوچ، بولی اور چال ڈھال تھی ۔

یہ فتنۂ جدید دراصل سوچ کی وہ رو ہے جس کے تحت "اسلامی افراد اور اجتماعیات مغربی جاہلی نظام اور اس کی اساس میں جاہلی قدروں کی مخالفت اور انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی عملی جدوجہد میں جاہلی نظام کی ظاہری عمارت کو ڈھا کر اس کے آثار اور اس کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکے بغیر (لاشعوری طور پر) انہیں قدروں کی بنیادوں پر اسلامی نظام کو استوار کرنے کی عملی جدوجہد کی طرف پیش قدمی کرنے لگی ہیں یا اس کا ارادہ رکھتی ہیں ۔"

بظاہر یہ علامت ہے ترقی معکوس کی ۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ

ے گفت رومی ہر بنای کہنہ کا بادان کنند
می ندانی اوّل آن بنیا د را ویران کنند

ظاہر ہے اس کا لازمی نتیجہ وہی سب کچھ ہو سکتا ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

ع کیں رہ کہ می روی بترکانست

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیونکر ہوا ؟ آخر اس کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں ؟ اس سلسلے میں فی زمانہ تین ہی باتیں نظر آتی ہیں جنہیں اسباب قرار دیا جا سکتا ہے ۔

(۱) تمسک بالکتاب والسنۃ کا حق ادا نہ ہونا۔

دوسرے خوش گمان ہونے، حسن ظن کے ساتھ کسی قول وعمل کی غیر ضروری تاویل کرنے کی بجائے نزدیک جاکر بنظر غائر دیکھنے اور پرکھنے سے یہ بات بسا اوقات سامنے آتی ہے کہ عصر حاضر میں بعض ملکوں کی تحریکات اسلامی میں تمسک بالکتاب والسنۃ کے مطلوبہ معیار کا لحاظ رکھنے کے تعلق سے کوتاہی ہو رہی ہے۔ اور بعض تحریکی افراد و اجتماعیات اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے مخلصانہ ہی سہی مگر عصر حاضر کی بعض بظاہر غیر معمولی موثر چیزوں، باتوں، کارکردگیوں اور اداروں سے متاثر ہو کر کتاب و سنت اور اس کے احکامات کے تعلق سے دور ازکار تاویلات کر کے ہدایت حاصل کرنے کی طرف مائل نظر آتی ہیں نتیجتاً بہت سارے استنباط اور انطباقات نہایت درجے سطحی ہوتے ہیں جو مناسب نہیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد" (متفق علیہ)	ترجمہ: حضرت عائشہ رضؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہمارے اس امر (دین) میں جس نے کوئی ایسی بات پیدا کی جو اس (دین) میں سے نہیں تو وہ (قابل) رد ہے۔"

اور امام مسلم روایت کرتے ہیں۔
مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ فَھُوَ رَدٌّ۔

مغرب کی نقالی میں دور ازکار تاویلات کی جاتی ہیں۔ استصلاح اور اجتہاد کی جا اور بے جا دہائی دی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے یا کم ازکم سمجھا جاتا ہے کہ عہد نبوی سے طویل بُعد زمانی کے سبب کسی حکم پر روح کے اعتبار سے عمل کرنا تو ممکن ہے یعنی (IN SPIRIT) تو عمل ہو سکتا ہے لیکن لفظاً یہ لفظ یعنی (VERB ATIM) عملاً محال ہے۔ در آنحالیکہ بُعد زمانی اور تبدیلی شئون کے باوجود عہد نبوی سے آج تک اور آج سے تا قیامت زمان و مکان میں تبدیلی تو ممکن بلکہ لازمی ہے لیکن وہ تبدیلی بنیادی نوعیت کی نہیں ہو گی اور نہ ہو سکتی ہے۔ بنیادی تبدیلی سے مراد صورتحال کا وہ انقلاب ہے کہ نظام عدل (قرآن و سنت) اپنی مجملات اور تفصیلات میں (IN SPIRIT یا IN WORDS) ناممکن العمل ہو جائے۔

حضرت جابرؓ سے امام مسلم روایت کرتے ہیں۔

بُعثتُ انا و الساعۃ کھاتین	ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری

ویقرن بین اصبعیہ	بعثت اور قیامت یوں ہیں اور آپ نے اپنی
السبابۃ والوسطیٰ	دونوں انگلیوں کو ملایا یعنی بیچ کی انگلی اور
(صحیح مسلم کتاب الجمعہ)	شہادت کی انگلی کو)

جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس پوری مدت میں امتداد زمان تو ممکن ہے لیکن اسے کسی حیثیت سے بنیادی تبدیلی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہو جاتی ہے جیسے حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں ۔

کان الاعراب اذا قدموا	ترجمہ: ایک دفعہ کچھ اعرابی آئے اور رسول اللہ
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ	صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے واقع
وسلم سألوہ عن الساعۃ	ہونے سے متعلق سوال کرنے کہ وہ کب آئے گی۔
متی الساعۃ ، فنظر الی احدث	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے سب
انسان منھم فقال ان یعش	سے جوان شخص کی طرف دیکھا اور فرمانے
ھذا لم یدرکہ الھرم	کہ اگر یہ شخص جیتا رہا تو بوڑھا ہونے سے
قامت علیکم ساعتکم ۔	قبل دیکھے گا کہ تم لوگوں پر تمہاری قیامت
(مسلم کتاب الفتن باب قرب الساعۃ)	قائم ہو گئی ہے ۔

غالباً یہی سبب ہے کہ امام بخاری مذکورہ بالا حدیث روایت کرنے سے قبل باب باندھ کر ایک مخصوص آیت کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ترجمہ: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: میری
بعثت انا والساعۃ کھاتین	بعثت اور قیامت یوں ہیں (یعنی ان دو
وما امر الساعۃ الا کلمح	انگلیوں کی طرح قریب ہیں) اور قیامت
البصر او ھو اقرب اِنّ اللہ	کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے
علی کل شیئ قدیر	آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلدی ۔
(بخاری: کتاب الرقاق باب بعثت انا والساعۃ کھاتین)	بیشک اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ۔

مزید ازیں احادیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ اس مدت میں کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل ممکن ہے یا نہیں ۔ ممکن ہے تو کس درجے میں عدم تعمیل کی خواہ لفظاً ہو یا معناً گنجائش ہے تو کس قدر۔ اور یہ کہ کس قدر انحراف بھی قابل مواخذہ ہے ۔ حدیث کے الفاظ ہیں ۔

ویقول: اما بعد، فان خیر الحدیث کتاب اللہ، وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا، وکل بدعۃ ضلالۃ....

(صحیح مسلم کتاب الجمعہ)

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اما بعد! سب سے بہتر قول کتاب اللہ یعنی قرآن ہے اور سب سے بہتر قول ہدایت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت ہے اور سب سے بُری بات اس میں نئی بات پیدا کرنا ہے اور ہر نئی بات یعنی بدعت گمراہی ہے۔

لہٰذا خود قرآن وسنت سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ قرآن وسنت ہی معیار خیر وشر ہیں۔ اور ان کے زاویہ (ENGLES) اور ابعاد (DIMENTIONS) میں کوئی فرق ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان

(البقرہ ۱۸۵)

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے (ذریعہ) ہدایت ہے۔ اور حق وباطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔

لہٰذا یہ بات قطعاً صحیح نہیں کہ بعد زمانی کے سبب دین کے جملہ احکامات پر لفظاً اور معناً (IN WORDS AND IN SPIRIT) عمل ممکن نہیں۔

بلا شبہ تبدیلیٔ شئون اور غلبۂ طاغوت کے سبب اسلام پر عمل مشکل تو ہو سکتا ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں اشارہ فرمایا ہے

قال العبادۃُ فی الھرج کھجرۃ الیَّ

ترجمہ: ہرج (فتنہ) کے وقت عبادت میری طرف ہجرت کی طرح ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الفتن باب فضل العبادۃ فی الھرج)

لیکن دین کے جملہ امور پر عمل حیطۂ امکان سے باہر نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک دین حیطۂ امکان سے باہر نہیں انسان اس کا مکلف ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی نے انسانی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی ہر اعتبار سے پیچیدہ تر بنا دیا ہے اور معاشرت، معاشیات، سیاسیات غرض جملہ پہلو ہائے زندگی میں اتنی وسعت اور پیچیدگی واقع ہو گئی ہے کہ قرآن وسنت کی اب تک کی جانے والی تشریحات، تفسیرات، تطبیقات

اور تعمیلات عموماً ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔

اگرچہ یہ بڑی جسارت کی بات ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ عہد حاضر میں بیشتر معاملات ایسے ہیں جن سے متعلق قرآن وسنت کی رہنمائی تو دور اجماع صحابہ یا اجماع سلف تک مفقود ہیں لہٰذا اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ نہ صرف یہ کہ تمام معاملات پر از سر نو غور کیا جائے اور "اجتہاد" کیا جائے بلکہ دین کے اصول و فروغ میں عہد نبوی سے اب تک چلے آرہے متفق علیہ تعبیرات پر بھی از سر نو غور کیا جائے۔

جہاں تک قرآن وسنت کے اساس ہونے کی بات ہے تو وہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت تک اساس ہے اور جہاں تک قرآن وسنت سے استعانت اور استفادہ کی بات ہے تو کسی امر کے سلسلے میں حکم ملنے کی صورت میں من چاہی تاویل کی گنجائش نہیں اور سر بسر تسلیم کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور حکم نہ ملنے کی صورت میں تخریج مناط، تنقیح مناط اور تحقیق مناط کا دروازہ نہ کل بند تھا اور نہ آج بند ہے۔

۲۔ عجلت پسندی

اس فتنہ جدید سے متاثر ہو جانے کے پیچھے دوسرا سبب عجلت پسندی نظر آتا ہے۔ بعض اوقات عجلت کے پیچھے شدتِ شوق کا معصومانہ جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ شدتِ شوق بجائے خود کوئی بری شئے نہیں لیکن بعض اوقات شدتِ شوق بے لگام ہو جاتی ہے اور انسان یا جمعیتیں اپنے فیصلے ایسے امور کو مدنظر رکھ کر کرنا شروع کر دیتی ہیں جو حقائق کے بجائے مفروضے ہوتے ہیں اور محض شدتِ شوق ان کی ایسی تعبیر کرتی ہے کہ وہ حقائق نظر آنے لگتے ہیں۔ لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ کبھی جرأت و استقامت کی کمی، عزیمت سے فرار اور کبھی دلوں کے امراض عجلت پسندی کی طرف اس طرح مائل کرتے ہیں کہ انسان شدتِ شوق کی تصویر نظر آتا ہے۔

ایک عجلت پسندی تو وہ ہے جو معصومانہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُسے یہ بات زیادہ پسندیدہ ہے کہ اس کے بندے صبر اور استقامت سے کام لیں اور عجلت پسندی سے باز رہیں خواہ وہ عجلت پسندی اس اعتبار سے ہو کہ اہل حق اپنی دعوت و تبلیغ کو اتمام حجت قرار دیتے ہوئے عذاب کی تمنا کرنے لگیں جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لهم۔ (الاحقاف ۳۵)	ترجمہ: پس اے نبیؐ صبر کرو جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کرو۔

یا اس اعتبار سے ہو کہ اہل حق طاغوت کے جبر و تشدد سے اس قدر پریشان ہو جائیں کہ نصرت

کی تمنا کرنے لگیں ۔ جیسا کہ حضرت خباب ابن الارت نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی ۔

اَلاَ تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلاَ تَدعُو لَنَا ۔ ترجمہ: اے اللہ کے رسولؐ کیا آپؐ اللہ سے ہمارے لیے نصرت طلب نہیں کریں گے ۔ کیا آپؐ اللہ ہمارے لیے دعا نہیں فرمائیں گے ۔

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دلاسا دیتے ہوئے فرمایا تھا ۔

واللہ لیتمن ھذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخاف الا اللہ والذئب علی غنمہ و لکنکم تستعجلون ۔ (بخاری کتاب الاکراہ)

ترجمہ: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ وہ اس کام کو ضرور پورا فرمائے گا یہاں تک کہ (تم دیکھو گے) کہ ایک سوار صنعا سے حضرموت تک چلا جائے گا اور اسے کسی کا خوف نہیں ہوگا سوائے اللہ اور بھیڑیئے کا کہ مبادا وہ ان کی بکریوں پر حملہ آور ہو لیکن تم لوگ جلدی کر رہے ہو ۔

تو دوسری عجلت پسندی وہ ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے قبیح ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا کہ اس کا بندہ اس میں مبتلا ہو ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون (محمد ۳۵)

ترجمہ: سو تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے ۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس عجلت پسندی کا تعلق دلوں کے روگ سے ہے لہٰذا وہ اسے کھول کر بیان فرما دیتا ہے : ارشاد ہے ۔

انما الحیوٰۃ الدنیا لعب و لھو وان تؤمنوا وتتقوا یؤتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم[1] (محمد ۳۶)

ترجمہ: یہ دنیا کی زندگی لعب اور لہو ہے اگر تم ایمان رکھو اور تقویٰ کی روش پر چلتے رہو تو اللہ تمہارے اجر تم کو دے گا اور وہ تمہارے مال تم سے نہ مانگے گا ۔

---

[1] شیخ زادہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

" بین تعالیٰ ان الدّنیا وما فیھا من الحظوظ العاجلۃ، لا یصلح مانعاً من الاقدام الی الجھاد وما یؤدی الی ثواب الآخرۃ، لکونھا بمنزلۃ اللھو واللعب فی سرعۃ زوالھا، وان الآخرۃ ھی الحیاۃ الباقیۃ، فلا ینبغی ان یکون حب الدنیا وحرص علیٰ ما فیھا من اللذات والشھوات سبباً للجبن من الغزو والتخلف عن الجھاد" (حاشیۃ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/۳۵۲)

اللہ تعالیٰ اس عجلت پسندی کو ارتداد قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الذین ارتدُّوا علیٰ ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدیٰ الشیطٰن سوّل لھم واملیٰ لھم ۔ (محمد ۲۵)	ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اس سے پھر گئے ان کیلئے شیطان نے اس روش کو سہل بنا دیا ہے اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ ان کے لیے دراز کر رکھا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سچے مومنین منافقین کی اس روش سے باز رہیں اور عجلت پسندی کے اس مظاہرے سے خود کو دور رکھیں۔ وہ تنبیہہ فرماتا ہے۔

ولا تبطلوا اعمالکم (محمد ۳۲) ترجمہ: اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرلو۔

لہٰذا حکم ہوتا ہے کہ ڈٹے رہو اور بودے نہ بنو۔

فلا تھنوا وتدعوا الی السلم

(۳) معاصر طاغوتی افکار سے مغلوبیت

فتنۂ جدید میں آلودگی کا تیسرا سبب ھدی للناس پر یقین اور عقیدہ ہونے کے باوجود بینٰت من الھدیٰ والفرقان میں رسوخ نہ ہونا ہے جو معاصر طاغوتی افکار، رجحانات، حکمت عملی اور روش سے مغلوبیت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ مداہنت کا ظہور اور رواج پاتا ہے۔ عہد حاضر میں مغربی افکار، رجحانات، حکمت عملی اور ان کے اداروں سے مرعوبیت وہ شے ہے جسے طاغوتی افکار سے مغلوبیت کا نام دیا جاسکتا ہے۔

تحریک اسلامی کے بعض افراد اور ایسے افراد پر مشتمل بعض حلقے مغربی افکار و نظریات تہذیب و ثقافت، قوت و ٹکنالوجی وغیرہ سے کچھ اس درجہ مغلوب ہیں کہ اپنی عملی زندگی میں مغرب کی بظاہر مخالفت کرتے ہوئے بھی ان کے دلوں پر مغرب کا سحر چھایا ہوا ہے اور وہ مغربی افکار، تہذیب و ثقافت، قوت ٹکنالوجی اور اداروں کو اسلامی لبادہ اوڑھا کر بلا کم و کاست درآمد کر لینے کو ہی اسلامی تحریک کا نصب العین سمجھتے ہیں۔ ان کے دلوں کی یہ سحر زدگی بعض اوقات انہیں جس تبدیلی کے لانے کی طرف لے جاتی ہے یا جس درجہ کی تبدیلی پر انہیں بس کرنے اور قانع ہو جانے پر آمادہ کر لیتی ہے وہ جاہلیت خالصہ کو اسلامی جیسا لباس میں پیش کرنے کے سوا کچھ اور نہیں۔

وہ بیشتر افراد جو نئی نسل، اکیسویں صدی اور اسلام کے تعلق سے آج کل عموماً بحث کرتے نظر آتے ہیں ان میں اکثر شعوری یا لاشعوری طور پر اسی ذہنیت سے متاثر ہیں۔ وہ اس عنوان کے تحت پہلے

تو مغربی اقوام کی مادی اور فنی ترقی کا حال معلوم کرنا چاہتے ہیں پھر اپنی صفوں کا جائزہ لیتے ہیں پھر مغرب سے ہم رنگی کی تمنا رکھتے ہوئے مسلمانوں مسلم اجتماعیات اور ملکوں کو اسی بام تک لے جانا چاہتے ہیں اور بزبان حال الیکٹرونک اور کمپیوٹر ایج کی بات کرتے ہیں۔ ہاں اسلام کی مناسبت سے کوئی ایسی لم ضرور لگا دینا چاہتے ہیں جس سے طاغوتی ترجیحات کے مطابق پھولے ہوئے جسم کا مسلمان ہونا بھی دکھائی دے

انسانی تاریخ میں یہ کوئی نیا واقعہ نہیں۔ کبھی یہ جذبہ لاشعوری اور معصومانہ ہوتا ہے تو کبھی شعوری اور جاہلانہ۔

معصومانہ جذبے کے ساتھ اس روش کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے جسے ترمذی شریف میں بیان کیا گیا ہے۔

عن ابی واقد اللیثی انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم لمّا خرج الی غزوۃ حنینٍ مرّ بشجرۃٍ للمشرکین کانوا یعلّقون علیہا اسلحتہم یقال لہا ذات انواطٍ فقالوا یا رسول اللہ اجعل لنا ذات انواطٍ کما لہم ذات انواطٍ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ ھٰذا کما قال قوم موسیٰ اجعل لنا الٰھاً کما لہم اٰلھۃٌ والّذی نفسی بیدہ لترکبنّ سنن من کان قبلکم

(رواہ الترمذی)

ترجمہ: ابو واقد اللیثی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ حنین کے لیے نکلے تو ان کا گذر مشرکوں کے (علاقے میں ایک) درخت سے ہوا جس پر ان لوگوں نے اپنے اسلحے ٹکا رکھے تھے جسے وہ ذات انواط کہتے تھے تو اصحاب میں سے بعض نے کہا: یا رسول اللہؐ ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط بنوا دیجئے جیسا کہ ان کے پاس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا۔ سبحان اللہ! یہی وہ بات تھی جسے موسیٰؑ کی قوم نے کہا تھا کہ (اے موسیٰؑ) ہمارے لیے بھی ایک الٰہ بنا دے جیسا کہ ان کے پاس ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم لوگ ضرور اگلوں کے نقش قدم پر چل کر رہو گے۔

محترم جناب ہاشمی صاحب

میڈیاوار ! استعمار کی عالمی یلغار

تیسری عالمگیر سرد جنگ کے خاتمے کے بعد چوتھی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے ، جس کا ہدف "انسانی اقدار" اور تہذیب ہیں۔

ذیل کا مقالہ اس لحاظ سے دلچسپ اور عبرت انگیز ہے کہ مغربی دنیا اور یہودی لابی کس طرح پوری دنیا میں سیکولر تہذیب کے غلبہ و اقتدار کی راہ ہموار کر چکی ہے ، مقالہ نویس کے تمام مندرجات اصطلاحات اور آراء اور ترغیبات سے ضروری نہیں کہ من وعن اتفاق کر لیا جائے مگر یہ بہر حال سوچنے کی بات کہ استعمار کی عالمی یلغار میڈیا وار کے مقابلہ میں مسلمانوں کو نسا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ (ادارہ)

انسانی تمدن میں تبدیلی وارتقاء کا عمل حضرت آدم کی تخلیق کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ لیکن ابتداء میں یہ عمل گھڑی کے کانٹے کی رفتار سے بھی سست رو تھا، شاید اسی لیے اس وقت گھڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ وقت جوں جوں آگے بڑھتا گیا، انسانی تمدن تغیرات کی زد میں آتا گیا اور ان تبدیلیوں کی رفتار بھی پہلے سے تیز تر ہوتی گئی۔ ایک وقت آیا کہ ہزار سال میں انسانی علوم کا ذخیرہ دوگنا اور تبدیلیوں کا چکر مکمل ہونے لگا۔ پھر یہ عمل پانچ سو سال میں، پھر سو سال میں، پھر سو سال میں پورا ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ بیسویں صدی انسانی تاریخ کی پہلی صدی ہے جس میں سو سال کے اندر انسانی علوم کئی گناہ بڑھ گئے اور متعدد جوہری تبدیلیاں یا انقلابات تاریخ کی اسکرین سے گزرے اور اس وقت بھی گزر رہے ہیں۔ بیسویں صدی تیز تر، حیرت انگیز اور ہمہ گیر انقلابات کے ہجوم سے عبارت ہے۔ یہ ہجوم چھٹا نہیں، مسلسل بڑھ رہا ہے اور اس وقت بھی کہ جب موجودہ صدی کے محض چند سال باقی رہ گئے ہیں، زمانے کی گردش اور تبدیلیوں کا چکر تیز تر ہوتا جا رہا ہے۔

بیسویں صدی ایجادات، تخلیقات، تنوع اور تسخیر ارض وسما کی سمت بڑی پیش رفت کی صدی بھی ہے یوں تو آج کی غالب تہذیب اس صدی کی پیداوار نہیں، کوئی چار پانچ صدیوں نے اس کی پرورش کی ہے۔ لیکن

انسانی تہذیبوں نے جو دولت، قوت اور وسائل حاصل کیے تھے وہ تنہا اس صدی کے حاصلات کے آگے ماند پڑ جاتے ہیں۔ کسی انسانی تہذیب نے وہ آلات، وہ علم، وہ قدرت اور وہ ہتھیار نہیں بنائے جو آج کی انسانی تہذیب کی دسترس میں ہیں۔ برقی قوت سے لے کر خلائی جہازوں تک، زمین کی تہیں چیرتے سے سمندر میں غوطہ زنی تک اور ایٹم بم سے کمپیوٹر تک انسانوں کے ہاتھ جو کچھ آج ہے کبھی نہیں تھا۔ اسی لیے جہاں آج کا دور تیز تر تبدیلیوں کا دور ہے وہاں یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ تہذیبی جبر ابھی تک ناشکستہ ہے۔ یعنی قومیں اور قوتیں ابھرتی اور ڈوبتی جا رہی ہیں۔ لیکن باطل تہذیب، سیکولر تہذیب جوں کی توں ہے۔ تاج برطانیہ کا زوال ہوا، امریکی استعمار اپنے خول سے باہر نکل آیا، جرمنی اور جاپان منہ کے بل گرے، سوویت یونین تشکیل پایا اور پارہ پارہ بھی ہو گیا۔ لیکن سیکولر تہذیب اپنی تمام تر قہرسامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ انسان ابھی تک اسی کا اسیر ہے اور انسانی نصب العین اسی تہذیب میں اپنے لیے بلند تر اور رفیع تر منصب کا حصول ہے۔ انقلابات عالم کے باوجود تہذیب حاضر و موجودہ کا استقرار نتیجہ ہے اس بات کا کہ کائناتی وسائل میں سے جو گرانبہا حصہ اسے ملا ہے، وہ ماضی کی تمام تہذیبوں سے بہت زیادہ ہے۔ اسی لیے ابھی تک سیکولرازم ناشکستہ ہے۔

آج کی انسانی تہذیب کے ہاتھوں میں جدید میزائل، ٹینک اور طیارے، ایٹم اور ہائیڈروجن بم ہیں جو اگر پوری طرح استعمال ہو جائیں تو زمین پر کوئی انسان زندہ ہی نہیں بچے گا۔ پھر کہاں کی تہذیب اور کیسا تمدن۔ تباہی کی یہ صلاحیت بھی پہلی بار اسی صدی میں انسانوں کے ہاتھ آئی ہے۔ اس نے چھوٹے پیمانے پر اس تباہی کا مزہ بھی چکھ لیا ہے جب ہیروشیما اور ناگاساکی پر دو ایٹم بم گرائے گئے کہتے ہیں کہ اس تباہی نے دوسری عالمگیر جنگ کو مزید تباہ کن ہونے سے روک دیا اور جنگ کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن اس کے بعد تقریباً چھیالیس سال تک دنیا میں ایک نئی طرح کی عالمگیر جنگ جاری رہی۔ عرف عام میں اسے سرد جنگ کہا گیا۔

سرد جنگ دراصل تیسری عالمی جنگ تھی۔ جس میں کوئی ایٹم بم گرا اور نہ اپنے وقت کی دونوں حریف سپر طاقتوں کی افواج باہم ٹکرائیں۔ لیکن اس کے باوجود ایٹم بم کی دھونس نے ساری دنیا کو دو کیمپوں میں بانٹ کر ایک نئی طرح کی کشمکش میں مبتلا رکھا۔ یہ جنگ پوری انسانیت کے اعصاب پر سوار تھی۔ اس تیسری عالمی جنگ کا خاتمہ کسی ایٹم بم کے استعمال سے نہیں ہوا۔ جیسا کہ دوسری عالمی جنگ کے معاملے میں ہو چکا تھا۔ شاید ایسا ممکن بھی نہیں تھا۔ اس بار کوئی ایک طاقت کوئی دو چار بم استعمال کر کے معاملہ صاف نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے برخلاف ایٹمی اسلحہ خانہ سارے کا سارا خالی ہو جاتا اور ساتھ ہی انسانی تہذیب کا خاتمہ بھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں موجودہ جوہری کیمیائی، اعصابی، حیاتیاتی اور جملہ اقسام کے مہلک ہتھیار حتمی طور پر ایک بار اور آخری بار ہی استعمال ہو سکیں گے۔ اس سے پہلے جو بھی مقامی یا عالمی جنگیں لڑی جائیں گی۔ ان میں کم از کم جوہری اسلحہ کا استعمال نہیں ہو سکے گا۔ ہماری

رائے میں مستقبل قریب میں کوئی جوہری جنگ متوقع نہیں۔ چاہے ایٹم بم پانچ ملکوں کے پاس ہو یا سات کے پاس یا ستر یا ستر کے پاس۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تیسری عالمگیر جنگ (سرد جنگ) کے خاتمہ کے بعد دنیا عالمی سطح کی معرکہ آرائیوں، کشمکش اور جنگوں کے دور سے نکل آئی ہے؟ ہماری رائے میں ایسا نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اب چوتھی عالمگیر جنگ شروع ہو چکی ہے جو اقداری اور تہذیبی جنگ کی شکل اختیار کرے گی اور جس میں غالب تہذیب اور اس کے کیمپ کا موثر ترین ہتھیار نہ ایٹم بم ہوگا اور نہ میزائل اس کے برعکس ابلاغ عامہ (MASS MEDIA) کا "وہ اسلحہ" موثر ترین کردار ادا کرے گا۔ ہماری رائے میں انسانی تہذیبوں نے اس سے زیادہ مہلک، دور رس اور نتیجہ خیز ہتھیار نہیں بنائے۔ نہ ایٹم بم نہ راکٹ، نہ میزائل، نہ ٹینک، نہ آبدوز، نہ طیارے کوئی بھی اس سے زیادہ موثر نہیں

انسان اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کے لیے اوّل دن سے الفاظ، علامات اور نقوش کا سہارا لیتا رہا ہے۔ پہلے زبان استعمال ہوتی تھی۔ پھر پتھر پتے اور چمڑے کا استعمال شروع ہوا، قلم اور کاغذ ایجاد ہوئے۔ پرنٹنگ پریس لگے۔ کتب، رسائل، اخبارات اور میگزین نکلے، اس صدی کے آغاز پر ریڈیائی لہروں کی دریافت ہوئی۔ ریڈیو ٹرانزسٹر، ٹیلی فون، ٹیلی پرنٹر، ٹیلیکس، فیکس، ٹیلی ویژن اور اب کمپیوٹر اور سٹیلائٹ چینل۔ گویا ابلاغ کے طرح طرح کے اور جدید سے جدید تر ذرائع کی ایجادات کا سلسلہ لگا ہوا ہے۔ دنیا کا گوشہ گوشہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ گویا پرانی کہانیوں کا جام جہاں نما ہاتھ آگیا ہے۔ اسی طرح انسان کے جسمانی طور پر آنے جانے اور پہنچنے اور اشیاء پہنچانے کے تیز تر آلات بنا لیے گئے ہیں۔ مہینوں کا سفر دنوں میں بلکہ گھنٹوں میں طے ہونے لگا ہے۔ اڑن کھٹولا کہانیوں سے نکل کر حقیقی زندگی میں آن پہنچا ہے۔ انہی دو اسباب سے یہ کہا جانے لگا ہے کہ دنیا ایک مختصر سے گاؤں میں تبدیل ہو چکی ہے۔ یہ زمینی گاؤں (GLOBAL VILLAGE) اتنا مربوط اور باہم اتنا اثر انداز ہوتے اور اثر لینے والا بن چکا ہے کہ اب کوئی شہر، خطہ، ملک الگ تھلگ نہیں رہ سکتا۔ نظریات اور واقعات کسی پہاڑ، ندی نالے یا سمندر و صحرا کے سامنے ٹھہر اور ٹھٹھر نہیں جاتے بلکہ ہوا کے دوش پر اور لہروں کی سواری پر ساری رکاوٹیں اور سارے فاصلے بے اثر کرتے چلے آتے اور چلے جاتے ہیں۔

اسی ضمن میں تیسرا اہم عنصر عالمی معیشت اور تجارت کا فروغ ہے پہلے بھی ملکوں کے درمیان ایسے روابط تھے اور اس سلسلے میں ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا تھا۔ مگر اب تو ملٹی نیشنلزم کا ایسا جن بوتل توڑ کر نکل آیا ہے کہ ماضی قریب کی نیشن اسٹیٹس ہوں یا جغرافیائی اور نظریاتی آہنی دیواریں یہ سب کو پھلانگتا ہوا ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر ہوا جاتا ہے۔ اب ملٹی نیشنل کمپنیاں اور بین الریاستی ادارے خود ریاست سے بلند تر اور موثر تر

ہو چکے ہیں۔

آج کی گلوبل ویلیج یا ارضی گاؤں میں آسان و سریع آمد و رفت، ہمہ گیر و ہمہ وقت اور چشم زدن میں کوندے کی طرح لپکنے والے ذرائع ابلاغ اور ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہوئے عالمی تجارتی ادارے گویا ایسی مثلث بنا رہے ہیں جو آج کی پوری انسانیت کو اپنی گرفت میں کس لے گی۔ دولت اور پیدائش دولت کے ذرائع مٹھی میں رکھنے والے، ذرائع ابلاغ کی مدد سے انسانی اذہان، قلوب، جذبات اور احساسات، خواہشات، اقدار، روایات، تعلیم، سماج، شخصیت سازی یہاں تک کہ حکومت و ریاست سازی کو بھی کنٹرول کریں گے۔ کچھ نادیدہ ہاتھ واقعات کی اسٹیئرنگ کو حسب خواہش گھمائیں گے اور خوب و ناخوب کے نت بدلتے پیمانوں کے گرد ساری انسانی دنیا کو گردش دیں گے۔

روزمرہ کی زندگی میں آپ دیکھتے ہیں کہ کس طرح ابلاغی حربوں سے کچھ کا کچھ کر دیا جاتا ہے۔
سیاسی نعرہ یا کسی کمپنی کی مصنوعات کا اشتہار
ابلاغی ذرائع سے بچے بچے کی زبان پر آجاتا اور ہر محفل و مجلس کا موضوع بن جاتا ہے۔ آپ چاہیں یا نہ چاہیں میڈیا آپ کی زندگی میں دخیل ہے۔ آپ کے بچوں کا استاد ہے۔ خود آپ کا رفیق بلکہ رہنما ہے۔ کیا اور کیسا کھائیں، کیا اور کیسا پہنیں، کہاں اور کتنی جگہ پر رہیں، کیا اور کس کو چاہیں، کیا اور کس کو اپنائیں یا ترک کریں — فیصلہ آپ نہیں کرتے، آپ سے کرایا جانے لگا ہے۔ وہ بھی اس طرح نہیں کہ آپ جبر محسوس کریں بلکہ مسمرائز ہو کر آپ خوشی سے عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ پچھلے رمضان المبارک میں پاکستانی الیکٹرانک میڈیا نے ایک کمپنی کے فلیش جوتوں کی ایسی اشتہار بازی کی کہ مارکیٹ میں ان جوتوں کا حصول دشوار ہو گیا ادھر مال آتا اور ادھر نکل جاتا۔ ایک چھوڑ متعدد کمپنیوں نے ایسے جوتے بنانے شروع کر دیئے تب بھی سپلائی طلب سے کم ہی رہی۔ یہ جوتے ہر بچے کی چاہت بن گئے۔ مہنگے داموں ملنے والے اس جوتے کا اشتہار دیکھ کر میں سوچا کرتا تھا کہ جو باپ اپنے بچے کو یہ جوتے نہ دلا سکے گا وہ بچے کی نا آسودہ خواہش اور اصرار دیکھ کر ذہنی مریض بنے گا اور بچہ بھی احساس محرومی سے گھائل نفسیات لے کر جوان ہوگا۔ یہ تو ایک مثال ہے، بہت محدود دائرہ کی لیکن اس کے مطابق آپ فہرست بناتے چلے جائیے۔ آپ کو اپنی نسل کا مستقبل صاف نظر آنے لگے گا۔ مستقبل کا معاشرہ مادی کشاکش اور نا آسودہ روحوں کی آویزش سے تڑپتا دکھائی دے گا۔

آیئے! اس بات کو ذرا وسیع تر کینوس میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں ایران کے انقلاب نے مغرب کے اہل دماغ اور پالیسی سازوں کو ہکا بکا کر دیا تھا۔ وہ مبہوت تھے۔ ان کے سارے جائزے، اندازے اور منصوبے خاک میں مل گئے تھے۔ ان کا مضبوط کھونٹا شہنشاہ ایران یوں اکھڑ چکا تھا جیسے کہ ریت

میں کوئی تنکا کھڑا تھا۔ ذرا کی ذرا میں اڑ کر بکھر گیا۔ مغربی مدبرین، سفارت کاروں، سیاست کاروں اور دانشوروں کو اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ ایران میں انقلابی جذبات اور انقلابی تحریک گھاس میں پانی کی طرح پھیل چکی ہے۔ شاہ کا سلا ٹھاٹ باٹ پڑا رہ گیا۔ اس کی دولت وسطوت، اس کی سپاہ اور اس کے سراغ رساں ادارے سب دھرے رہ گئے۔ مغربی تہذیب کے کاسمیٹکس ایرانی شہری زندگی کا غازہ بن چکے تھے، لیکن بے کار گئے۔ انقلابی لہروں نے شاہ، شاہ کے وفاداروں، اس کی افواج، اس کے اداروں، سب کو تلپٹ کر کے رکھ دیا۔ نہ وہ خود اپنا دفاع کر سکا اور نہ مغرب اس کو بچا سکا۔

ایران کا یہ انقلاب اہل مغرب کے لیے ایک ڈراؤنا خواب تھا۔ آج بھی وہ اس سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہے ہیں۔ مغرب کے اہل دماغ اور حکمت کار اس واقعہ کے بعد سینکڑوں مطالعاتی گروپوں میں اس بات پر غور کرتے لگے کہ وہ حساب ہمارا جوں کا توں ۔۔۔ کنبہ لیکن ڈوبا کیوں؟" ۔۔۔ برسوں کے سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اصل اہمیت عوام کی ہے۔ جمہوریت، آزادروی اور ابلاغیات کی ترقی نے حکمرانوں سے ان کا بلاشرکت غیرے اقتدار اور فیصلہ کن کردار سلب کر لیا ہے یا اس میں معتدبہ کمی کر دی ہے۔ چنانچہ مغربی استعمار نے اپنا نیا ایجنڈا مرتب کیا جس کے چیدہ نکات درج ذیل ہیں۔

(۱) حکمرانوں کو اخلاقی اور مالی لحاظ سے کرپٹ کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ معاشرے میں موجود اشرافیہ (ELITE) کو بھی دولت اور ہوس کا پجاری بنا دیا جائے تاکہ وہ استعماری منصوبوں میں مزاحم نہ ہو بلکہ معاون بنے۔

(۲) مسلم عوام کی خصوصاً اور سابق تیسری دنیا سے متعلق ہر قوم کی قلب ماہیت کر دی جائے۔ ان کی سوچ وفکر، ان کی اقدار وروایات، ان کی پسند وناپسند اور ان کے معیارات بدل دیئے جائیں۔ ان کا انفرادی نصب العین حاضر وموجود تہذیب باطلہ کی روشنی سے جگمگانا اور شکم وشہوت کے بتوں کے گرد چکر کھانا ہو۔ کوالٹی آف لائف پر سارا زور ہو۔ مگر یہ کوالٹی صرف مادی اور حیوانی حوالوں سے ہو، اس کا کوئی اخلاقی وروحانی جہت نہ ہو۔ دوسری طرف ان اقوام کا کوئی اجتماعی نصب العین نہ بننے پائے اور اگر پہلے سے کوئی ہے تو وہ ختم ہو جائے۔ اگر کوئی اجتماعی مطمح نظر ہو تو وہ عالمی استعماری بینڈ میں "شامل باجا" سے زیادہ کردار ادا نہ کرے۔

(۳) کھلی معیشت اور منڈی کی معی جیسے نعرے دے کر ملٹی نیشنلزم کو فروغ دیا جائے۔ یہ بین الاقوامی کمپنیاں دراصل مغربی تہذیب کی داعی، ترویج کار اور پشتیبان ہوں گی اور استعمار کے فروغ و مقاصد کے حصول کا وسیلہ بھی۔ مسلم دنیا کے آگے ڈھیر ہو گی۔ ان کی حیثیت ایک صارف معاشرے (CONSUMER

(SOCIETY) سے زیادہ کچھ نہ ہوگی۔

(۴) لبرلزم کو فروغ دے کر اور فرقہ وارانہ تضادات کو بھڑکتی آگ بنا کر ایک طرف مسلم اقوام سے روح جہاد سلب کرلی جائے تو دوسری طرف ان کا اتحاد پارہ پارہ کردیا جائے۔ پھر کہاں کی تحریک، کیسی انقلابیت اور کون سے امتیازی نظریات؟ گویا مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہوگا جو سیکولر تہذیب کی آندھیوں کا بکھرتا چلا جائے گا۔

(۵) مسلم سوسائیٹیز میں مذہبی اور لسانی اقلیتوں کو بین الاقوامی اہمیت دے کر ان کے اندر "قومی" خودشناسی اور اکثریت سے بیزاری پیدا کی جائے۔

(۶) مسلم عوام کے لاشعور میں پنہاں عقیدتوں اور تصورات کے محل اس طرح رفتہ رفتہ مسمار کردیئے جائیں کہ انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو اور کام بھی تمام کردیا جائے۔ اس پہلو سے وقتاً فوقتاً مسلم معاشرے کا درجہ حرارت اور اپنی پیش قدمیوں کو ماپنے کے لیے شیطان رشدی، تسلیمہ نسرین اور توہین رسالت جیسے سانحات دانستہ پیدا کروائے اور مشہور کیے جاتے ہیں۔

(۷) خاندانی نظام کو غتربود کردیا جائے۔ بوڑھے والدین اور بالآخر اپنے بچے بھی بوجھ بن جائیں۔ زندگی گزارنے کا عمل مہنگا کردیا جائے تاکہ شرفاء کی عورتیں بھی کام کاج کرکے گھر کی آمدنی بڑھانے پر مجبور ہوجائیں ہمارے ملک میں بے تحاشہ مہنگائی کا ایک ہدف یہ بھی ہے اور مہنگائی کیونکر بڑھ رہی ہے اس کھلے راز سے سب واقف ہیں۔ عالمی استعمار کے مالیاتی اداروں کا اس باب میں کردار جتنا گھناؤنا ہے اتنا ہی نمایاں بھی ہے۔

(۸) بنیاد پرستی کے جراثیم جس جس خطے، ادارے اور طبقے میں پائے جائیں وہاں "جراثیم کش" چھڑکاؤ کردیا جائے۔ ٹریڈ یونینوں کا خاتمہ، تعلیمی اداروں سے نظریات کی اور تخلیقی ماحول کی رخصتی، وہاں سے صرف منشی مستری اور مشتہرین خوشنما ڈگریوں اور ٹائیٹلز کے ساتھ باہر آئیں۔ یہ ایم بی اے پیدا کرنے والے ادارے یہ ہماری انجینئرنگ اور میڈیکل کی فیکلٹیاں، یہ ہنرمند بنانے والے نام نہاد ادارے ــــ بظاہر یہ ماہرین پیدا کررہے ہیں اور ہزاروں پیدا کرچکے ہیں۔ لیکن ذرا غیر جذباتی ہوکر جائزہ لیجیے تو کیا یہ چلتے ہوئے نظام اور وقت کے ساہوکار کے منشی، مستری، مشتہرین اور خدمتگار نہیں؟ آخر پاکستان میں اعلیٰ تخلیق کار، سائنسدان، ریسرچ اسکالرز پیدا ہونا کیوں بند ہوگئے؟ جتنے انگریزی دور میں نکلتے تھے اب اتنے بھی نہیں نکلتے۔ آخر کیوں؟

(۹) مسلم معاشروں اور مسلم قلوب و اذہان کو یکسر بدلنے کے لیے برساتی کیڑوں کی طرح نام نہاد غیر سیاسی بظاہر سماجی و رفاہی اور نام کے لحاظ سے "غیر سرکاری تنظیمیں" (NON-GOVERN

MENTAL ORGANIZATIONS) جنہیں عرف عام میں NGOs کہا جاتا ہے، قائم کی جائیں۔ چنانچہ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں فروری ۹۵ء تک ۹۲۰۰ NGOs رجسٹرڈ ہو چکی تھیں اور ہر تین گھنٹے پر ایک نئی NGO رجسٹرڈ ہونے کی اوسط ہے۔ جو رجسٹریشن نہیں کراتیں، وہ ان کے علاوہ ہیں NGOs کا دائرہ کار چند عنوانات تک محدود ہے۔

(الف) لڑکیوں کی تعلیم و تربیت　　(ب) عورتوں کی صحت۔

(ج) خاندانی بہبود اور آبادی میں اضافہ کی روک تھام　　(د) پینے کے صاف پانی کی فراہمی۔

(ہ) بچوں کی پرورش　　(و) ماحولیات کا تحفظ　　(ز) قبل از اسلام کے آثار ہائے قدیمہ کا تحفظ

(ح) فنون لطیفہ کا فروغ۔

یہ سارے یا بیشتر عنوانات غیر سیاسی بے ضرر بلکہ بظاہر آپ کے اور ہمارے نقطہ نظر سے درست یا درست سے قریب تر ہیں لیکن ان کی مدد سے پاکستان میں (اور بنگلہ دیش میں بھی اور دیگر مسلم اور سابق تیسری اقوام میں بھی) چالیس پچاس ہزار والنٹیئرز پیدا کر دیئے گئے ہیں جو لبرلزم، اباحیت، مادیت اور اپنی اقدار و روایات سے بغاوت کے چلتے پھرتے کارندے ہیں۔ ان میں بیشتر خواتین ملیں گی۔ یہ الگ دنیا ہے جو ہماری سوسائٹی میں ایڈز کے جرثومہ کی طرح انجیکٹ کر دی گئی ہے۔

(۱۰) مسلم معاشروں اور تیسری دنیا یا مشرق کی صدیوں سے جمی جمائی سوسائٹیز کو ادھیڑنے اور بے باک و بے حیا بنانے کے لیے سب سے خطرناک آلہ اور ہتھیار، جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں، میڈیا کا استعمال۔ پرنٹ میڈیا بھی اور الیکٹرانک بھی۔ شاید آپ کو معلوم ہو کہ خلیج کی جنگ کے بعد ساری ترقی یافتہ دنیا کے میڈیا مین اور میڈیا کے سرمایہ کاروں کی یلغار ایشیا پر ہو رہی ہے۔ سال میں کئی سیٹلائٹ چھوڑے جاتے ہیں جن کے ذریعہ متعدد نشریاتی چینلز کام کرتے ہیں۔ اس وقت ایشیا کا سب سے بڑا میڈیا ٹائیکون آسٹریلین مرڈوک نامی ارب پتی ہے جس کے والدین امریکہ سے آسٹریلیا جا بسے تھے۔ وہ یہودی ہے اور ۱۹۹۱ء سے مسلسل نئے نئے چینلز خرید رہا ہے۔ اسٹار ٹی وی کا پورا نیٹ ورک، جس میں برصغیر کا معروف ترین زی ٹی وی چینل شامل ہے، اس کی ملکیت ہے۔ پچھلے سال اس کے بارے میں رپورٹ چھپی کہ وہ جو نیٹ ورک چلا رہا ہے اس میں سالانہ پچاس ملین ڈالرز (ڈیڑھ ارب روپے سے زائد) کا خسارہ ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود وہ چینل پہ چینل خریدے جا رہا ہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟ کیا کوئی تاجر اور وہ بھی یہودی، دنیا میں اتنے بڑے خسارہ کی سرمایہ کاری کرتا ہے اور کرتا چلا جاتا ہے؟ جب کہ آئندہ بھی منافع کا امکان بہت کم ہے۔ اس سوال کا سیدھا سا جواب ہے کہ یہ ایسا مشنری کام ہے جو یہودی منصوبہ ساز دانشوروں نے سو سال پیشتر طے کیا تھا۔ دنیا بھر میں بے حیائی۔

بے غیرتی اور اباحیت کا فروغ۔ راپرٹ مڈوک کے تمام چینلز میں یہ قدر مشترک ہے کہ وہ مشرق کی سماجی و اخلاقی قدروں کو بری طرح ادھیڑ رہے ہیں۔ جو الفاظ اور علامات ہمارے معاشرے میں معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ ان کا بھرپور ابلاغ بھی ہوتا ہے اور آنکھوں، کانوں، دماغوں، دلوں اور احساسات و جذبات کو ان کا عادی بھی بنایا جاتا ہے۔ بے ہودگی، پھکڑپن، بے مقصدیت، عمل سے بے پروائی اور خواہشات کی دنیا کی سیر بھی ان چینلز کی خصوصیات ہیں۔ ہمارے ہاں کے ٹی وی چینلز نے بھی بڑی سرعت و تابعداری لیکن بد سلیقگی سے یہ سارے کام اپنے ذمے لیے ہیں اور اب ان میں پھکڑپن کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ لگتا ہے کہ پوری قوم کو بھانڈ بنا دیں گے۔ ایک پاکستانی ٹی وی چینل کے افسر اعلیٰ نے دعویٰ کیا کہ ”ہم اپنی قوم کو یورپ اور امریکہ کی سطح پہ لے جانا چاہتے ہیں۔“ افسوس کہ وہ بے چارہ افسر اعلیٰ صرف گلا پھاڑنے، کمر مٹکانے، اوٹ پٹانگ حرکتیں کرنے، جوئے کا عادی بننے اور تعیشات زندگی کی ناآسودہ آرزوؤں کی آگ میں جلنے میں اپنی قوم کی اہل مغرب سے ہمسری کرانا چاہتا ہے۔ اسے شاید خبر نہیں کہ ہماری قوم نہ گاڑی سڑک پر چلانا جانتی ہے، نہ پارک کرنا، نہ گاڑی پر چڑھنا یا اس سے اترنا۔ چار آدمی کسی دکان پر کھڑے ہو جائیں تو باہم دھکے دینے لگتے ہیں۔ نہ وقت کی اہمیت کا پتہ ہے، نہ صفائی ستھرائی کی عادت ہے۔ نہ محنت کا شوق ہے، نہ سلیقہ شعاری ہے۔ لیکن اس قوم کو ان باتوں کا درس ہرگز نہیں دیا جائے گا۔ البتہ مغربی معاشرے کی ساری غلاظتیں یہاں ضرور پھیلائی جائیں گی اور پھیلائی جا رہی ہیں۔

الیکٹرانک میڈیا کی یہ ایک جھلک ہے۔ سارے مسلم ممالک میں یہی ہو رہا ہے۔ ہم مغربی تہذیب کا ٹشک ٹینک بننے کے پیچھے چل پڑے ہیں۔ ان کی خوبیاں، ان کی حقیقی آزادی، ان کی صفائی ستھرائی، محنت اور دیانت وغیرہ ہمارے کام کی باتیں نہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کے ساتھ پرنٹ میڈیا کا کردار بھی گھناؤنا نہیں۔ ہمارے ملک میں ایسے جرائد چھپ رہے ہیں جن میں ناگفتہ بہ تصاویر، رپورٹیں، خبریں، سرخیاں، چٹکلے اور تحریریں شائع ہوتی ہیں۔ یہ غلاظت TABLOID جرائد کے لیے مختص نہیں رہ گئی۔ اب تو اول درجے کے اخبارات بھی رفتہ رفتہ اپنے صفحات اس ناپاکی سے تر کرتے جا رہے ہیں۔ اشتہارات ساری دنیا میں عورت کے ہوئے سے بے نیاز چھپ سکتے ہیں لیکن ہماری تجارت و صحافت کے اعصاب پر یہ ایسی سوار ہے کہ پانچ لاکھ کی گاڑی کے ساتھ عورت کی تصویر دینا ضروری ہے۔ حالانکہ کوئی ایک خریدار بھی اس عورت کی تصویر کی وجہ سے گاڑی نہیں خریدے گا۔ غرض رفتہ رفتہ، زینہ بہ زینہ، قدم بہ قدم ہماری سوسائٹی کو مغرب کی پامال راہوں پہ لے جا کر دم کٹی لومڑی کی مانند بنانے کا عمل جاری ہے جب یہ عمل آگے بڑھ چکا ہو گا تو ایمان و غیرت اور تحریک و جہاد کا دم خود بخود گھٹ چکا ہو گا۔

الیکٹرانک اور پرنٹ کا عالمی میڈیا آج کل جن ایشوز پر زیادہ دہشت پھیلا رہا ہے، ان سب کا تعلق بالعموم مسلم دنیا سے ہوتا ہے، بنیاد پرستی، دہشت گردی، منشیات فروشی، بموں کے دھماکے، مذہب کی طرف رجوع کوئی بھی عنوان لے لیجئے۔ مسلم معاشروں، مسلم اقدار، مسلم شخصیات، مسلم تحریکوں اور مسلم جذبات و احساسات پر ناپسندیدہ لیبل لگائے جاتے ہیں۔ لگتا ہے کہ اقبال نے "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کے حوالے سے جو بات کہی تھی کہ "ہر حرکت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے" اہل مغرب نے اسے اپنے دل و دماغ میں بسا لیا ہے۔ اسلام اور مسلم کا تمسخر کرنے کا عمل جاری ہے اور بد قسمتی سے تمام مسلم دنیا کا اہل زر، اہل اثر اور صاحب اقتدار و ریاست طبقہ مٹی کا ڈھیر بن چکا ہے یا کاٹھ کا الو ہے۔ استعماری ادارے جب اور جدھر چاہتے ہیں "اس کا منہ پھیر دیتے ہیں"۔ یہ بیچارے اس سمت تک جاتے ہیں۔ حق کو ناحق، مظلوم کو ظالم اور روشنی کو تیرگی قرار دینے کا عمل جاری ہے۔ ساری دنیا میں اس کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔ ابھی کانوں کے پردے پھٹے جاتے ہیں کل سر بھی گھومے گا۔ پھر دنیا ویسی ہی دکھائی دے گی جیسی مغربی استعمار دکھانا چاہتا ہے۔ آج کی میڈیا وار یعنی چوتھی عالمگیر جنگ کے فریق غالب کا یہ خواب ہے، مقصد اور ہدف ہے اور فی الوقت اس کے قدم تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایسے میں کم از کم پاکستانی معاشرے میں اسلامی حوالے، اسلامی امنگیں، اسلامی اہداف اسلامی تحریک، اسلامی قیادت سب غیر متعلق بن چکی ہیں۔ اسلام کے نام پر بننے والی اور بار بار اٹھ کھڑی ہونے والی ہر قوم آج سودے کے بیوپاریوں کے لیے دل و جان چھڑکنا چاہتی ہے یا کم از کم ووٹ نچھاور کرنا چاہتی ہے۔ یہ اقداری تبدیلی آج کی میڈیا وار کی ایک نمایاں کامیابی ہے اور مستقبل قریب میں اس میں اضافہ ہی ہو گا۔

دوسری طرف اس اقداری تبدیلی کا یہ اثر ہے کہ میڈیا کے محاذ پر اسلامی قوتوں کے جو مورچے ہو سکتے ہیں وہ کم بھی ہیں اور بے آباد بھی۔ رابرٹ مرڈوک جیسے لوگ زائے نسٹ لابی کے چندوں سے ہماری تاریخ کا بہاؤ کنٹرول کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اسلامی حوالوں سے بات کرنے والے اہل زر بھی اور عام طبقہ بھی (جو ہمیشہ نظریاتی تحریکوں کا اصل سرمایہ ہوتا ہے) درپیش ابلاغی چیلنجوں سے واقف نہیں۔ نہ اس کی جیب کے بٹن اس مد میں کھلتے ہیں، نہ وہ چند روپوں کا ایثار کر کے اپنے بچوں کی رگوں میں خون کی چند بوندیں دینا چاہتا ہے۔ حالانکہ آج بظاہر پھلتے پھولتے اشاعتی اور ابلاغی ادارے بھی چندوں سے بے نیاز نہیں۔ خواہ یہ چندے اشتہار کے نام پر ہوں یا کسی اور ڈھب سے۔ خود ہمارے ملک میں نہ جانے کتنے اشاعتی ادارے استعماری اغراض سے سمجھوتہ کر کے اور سودا چکا کر قائم ہو رہے اور چل رہے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ اب کوئی سفارت خانے سے ڈالر کی تھیلی نہیں لیتا۔ وہ ملٹی نیشنلز کے اشتہارات اور مصنوعات کی تشہیر کے ذریعہ کروڑوں روپے "قانونی" اور "شفاف" طریقوں سے لیتا ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا وار میں یہ سیکولر اور لبرل تہذیب

(بقیہ صـ۳ پر)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

یاد رفتگان
حقانیہ کے ایک گل سرسبد

تحریر: محمد وہاب منگلوری

حضرت مولانا قاضی خیرالامان منگلوری صاحب مرحوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ضلع سوات کی سرزمین اس لیے اہمیت کا حامل ہے۔ کہ یہاں بہت سے ایسے ہستیوں نے جنم لیا ہے جنہوں نے دین اسلام کی والہانہ خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور انہیں کے برکات سے بہت سے لوگ علم و عرفان کی روشنی سے منور ہوئے ان شخصیات میں سے ایک شخصیت عالم بے بدل حضرت مولانا قاضی خیرالامان صاحب بھی تھے۔

آپ ایک مقتدر دینی شخصیت تھے اپنے وقت کے اکابرین اور اولیا و اجلہ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ حسن اخلاق تواضع، تقویٰ، للہیت، جذبہ خدمت خلق، علمی مہارت اور بہت دیگر اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔ آپ عارف باللہ فاضل بزرگ، زہد و ریاضت، تقویٰ اور سادگی کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ ایسے افراد کے حالات ہم صرف کتابوں سے اخذ کر سکتے ہیں۔ زوال اور اندراس علم کے اس دور میں ایسے نمونے عنقا رہیں۔ تو کمیاب ضرور ہیں۔ آپؒ کو شہرت اور نام و نمود سے بے حد نفرت تھی اس لیے آپ کے حالات زندگی پورے طور پر دستیاب نہیں ہیں کہ کامل طور پر نظر قارئیں کر دیں۔

آپؒ ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء کو سوات کے تاریخی اور معروف گاؤں منگلور میں مولانا عبدالمنان ؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپؒ کی ولادت ایک علمی گھرانے میں ہوئی۔ جنہیں علاقے میں علم و فضل کے لحاظ سے طرۂ امتیاز حاصل تھا۔ آپؒ کے والد محترم مولانا عبدالمنان صاحب اپنے وقت کے ایک متبحر اور جید عالم تھے قدیم طرز تدریس کے مطابق افغانستان اور برصغیر کے دور دراز علاقوں کے تشنگان علم کا ہر وقت ہجوم رہتا۔ اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیضیاب ہوتے مولانا خیرالامان صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور شرح جامی تک فنون دارالعلوم اسلامیہ چارباغ اور مختلف مقامات پر درس و تدریس کے حلقوں میں پڑھتے تھے۔ اور شرح جامی کے بعد آپؒ استاد الاساتذہ محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک کے زیر درس رہے۔ کامل اور نمایاں استاد کے شاگرد بھی کامل اور نمایاں ہوتے ہیں۔ اس لیے حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خصوصی نظر شفقت اور خاص محبت کے بدولت آپؒ بہت خصوصیات کے مالک بن گئے تھے۔ قدیم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جو مسجد میں تھا میں آپ اکثر مولانا عبدالحقؒ کو صبح کا نماز پڑھاتے۔ اور اس کے گرد کے مساجد

اکثر طلباء صبح کی نماز پڑھنے کے لیے یہاں آتے۔ نماز کے وقت آپؒ پر عجیب کیفیت طاری ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا عجیب منظر ہوتا۔ اور مقتدی عجیب حالت اور سرور محسوس کرتے اور اس کی اصل وجہ آپؒ کی کتاب اللہ کی والہانہ اطاعت اور سنتِ رسول اللہ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپؒ کے ہر قول و فعل سے بے پناہ عشق ظاہر ہوتا۔ تمام زندگی عبادات و اعمال اور توجہ الی اللہ، استغراق و انابت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپؒ نے طالب علمی کے زمانے میں دورہ حدیث کے سالانہ امتحان میں صحاح ستہ میں سو فیصد نمبر حاصل کئے تھے۔ اور اعزازی طور پر آپ کو سو کے اوپر ایک سو ایک نمبر دیئے گئے تھے۔

آپ سلیقے اور استقامت کے کوہ گراں تھے۔ بڑے شفیق، محب اور پر نور چہرے کے مالک تھے جب کسی مجلس میں علمی موضوع پر گفتگو کرتے۔ تو ساری مجلس پر وقار اور اسلامی عظمت و حقانیت کا رنگ چھا جاتا۔ تقریر میں آپؒ یگانہ روزگار تھے۔ آپؒ جب تقریر کرتے تو سامعین پر رقت طاری ہو جاتی۔ اور سامعین اتنی اطمینان سے سنتے تھے کہ گھنٹوں گھنٹوں تک نہیں تھکتے تھے۔ اور جب تقریر ختم ہوتی تو سامعین کی یہ حالت ہوتی۔ گویا وہ ابھی ہی تقریر کرکے بیٹھے ہیں۔

آپ نے خلاف شرع رسم و رواج اور بدعات و منکرات کے خلاف بہت جدوجہد کی اور تمام لوگوں کو راہ راست پر لائے اور ارد گرد علاقہ میں حق و صداقت اور توحید و سنت کی کرنیں روشن کئے آپ کی زندگی کے تبلیغی اور علمی خدمات کا گویا نصب العین یہی تھا کہ نام کے مسلمان کو کام کے مسلمان اور قومی مسلمان سے دینی مسلمان بنایا جائے۔ اسی اساس پر آپؒ اکابرین دیوبند کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اور مسلک دیوبند کی ہر تحریک میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ سیاسی فیلڈ میں آپ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے بہت معتقد تھے۔ اور ملکی سیاسی منشری میں بہت سے مشکلات کے باوجود جمعیت علماء اسلام کے لیے بہت کام کیا تھا۔ آپ مولانا محمد الیاسؒ کے قافلہ فکر دعوت اور تبلیغی جماعت سے بھی وابستہ رہے۔ اور اسی قافلہ کو ولی اللہی تحریک کا رکن قرار دیتے تھے۔ اور موجودہ انسانی فرسودہ نظام ظلم و استبداد کے بیخ کنی اور تمام استحصالی نظاموں کو توڑ ڈالنے کا اسی تحریک کو واحد ذریعہ قرار دیتے تھے اور سامراج دشمنی آپ کے دل و دماغ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

آپ کے بے شمار شاگرد ہیں۔ احقر نے بھی زمانہ سکول ۱۹۸۳ء میں آپ سے فقہ حنفی کی شہرہ آفاق کتاب کنز الدقائق پڑھی۔ لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور موت نے آپ سے علمی رشتے کو توڑنے پر مجبور کیا۔ اور ہم اور دوسرے بہت سے تلامذہ آپ کے علمی یتیم ہونے پر مجبور ہوئے۔ اور اچانک آپ کو دل کا عارضہ لاحق ہوا۔ اور تقریباً پچاس سال کی عمر میں ۴ر جنوری ۱۹۸۷ء کو رات کے وقت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے اپنے ورثہ میں بیش بہا کتب اور پسماندگان میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

جناب سید شبیر احمد کاکاخیل

شمسی ہجری کیلنڈر اور امت مسلمہ کے لیے اس کی ضرورت

ماہنامہ الحق کے خصوصی وقائع نگار ادارۃ العلم والتحقیق کے رکن اور ادارہ تحقیقات فلکیہ اسلامیہ کے فنی امور کے مدیر سید شبیر احمد کاکاخیل نے مسلم امہ کے لیے اسلامی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک شمسی ہجری کیلنڈر تجویز کیا ہے۔ اگرچہ اس کیلنڈر کو علمائے کرام کی بہت بڑی تعداد کی توثیق اور تصدیق بھی حاصل ہے۔ اب اس کو بڑے پیمانے پر اس نیت سے مشتہر کیا جا رہا ہے کہ اگر اس کے مہینوں کے نام سے متعلق مفید تجاویز مل جائیں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ چونکہ ۱۶ستمبر ۱۹۹۵ء سے نئے اسلامی شمسی ہجری سال ۱۳۷۴ھ کی ابتداء ہوگی اس لیے اگر یہ تجاویز ادارے کو ۱۶ اگست سے پہلے مل جائیں تو ان کو علماء ماہرین فن اور ارکان کی مجلس شوریٰ میں پیش کیا جا سکے گا۔ شوریٰ اس پر حتمی رائے دے گی۔ اس کے بعد ۱۳۷۴ کے سال سے اس کا حتمی اعلان کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں مقالہ نگار نے کشفِ ہلال کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں موصوف نے مسئلہ مذکورہ کو جدید تحقیقات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی ہے نیز چاند کے دیکھنے کو آسان اور اس کی شہادت دینے والے پر جرح کے لیے نہ صرف مفید اصول مرتب کیے ہیں بلکہ اختلاف مطالع جیسے مشکل مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

(ادارہ)

۱۹۹۰ء میں اسلام آباد میں ایک رویت ہلال کانفرنس ہوئی تھی جس میں راقم بھی بحیثیت ایک مندوب کے شریک تھا۔ اس کانفرنس کے روح رواں یونیورسٹی آف سائنس پینانگ (ملایشیا) کے ڈاکٹر محمد الیاس تھے انہوں نے اپنا مقالہ پڑھا اور دوسرے شرکاء نے بھی مقالے پڑھے۔ ان مقالات میں امت مسلمہ کے لیے ایک قمری کیلنڈر تیار کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ اس ضمن میں ان مشکلات کا جو اس کی تیاری میں پیش آ سکتی ہیں کا ذکر بھی کیا گیا تھا۔ راقم کے ایک عزیز دوست ملٹری انجینئرنگ سروسز کے چیف انجینئر

جب تک اس کیلنڈر کو حکومت کی سرپرستی حاصل نہیں ہوتی تو اس کیلنڈر کو عوام میں متعارف کرنے کی ذمہ داری بھی ہمارے اوپر ہے۔ اس کے لیے ایک سو سالہ شمسی کیلنڈر بھی تیار کیا گیا ہے۔ اس کیلنڈر کے ذریعے اس شمسی کیلنڈر کے ۱۳۷۳ سے ۱۴۷۲ تک کے کسی سال میں کسی بھی تاریخ کے لیے دن معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس کا طریقہ بہت سادہ اور مختصر ہے۔ تفصیل کے لیے راقم کے کتاب "کشف ہلال" کا دیکھنا مفید ہوگا۔

تحدیث بالنعمت کے طور پر راقم عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انشاء اللہ اس کیلنڈر کے ساتھ کچھ خصوصی معاملہ ہے۔ جس وقت اس کیلنڈر کے مطابق نمازوں کے اوقات کا نقشہ بنانے کے لیے کمپیوٹر پروگرام بنایا گیا تو اس کے لیے بھی امکان خطا کا پروگرام تیار کیا گیا۔ اس پروگرام کو چلانے سے پتہ چلا کہ اس کیلنڈر کے مطابق نمازوں کے اوقات کے نقشوں میں خطا کا امکان عیسوی کیلنڈر کے مطابق نقشوں کے مقابلے میں کم ہے نیز عیسوی کیلنڈر میں بہترین سال (وہ سال جس کے نمازوں کے اوقات کا فرق دوسرے سال کے اوقات سے کم سے کم فرق رکھتا ہو) ۲۰۲۲ ہے جو کہ ظاہر ہے کافی بعد میں آئے گا اور پتہ نہیں استعمال ہوگا بھی یا نہیں لیکن مجوزہ شمسی کیلنڈر کے مطابق تیار کردہ نقشوں کے لیے بہترین سال ۱۳۷۴ ہے جو کہ اگلے سال ہی آرہا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیئے کہ پہلے کم خطا اور پھر بتدریج زیادہ خطا کی طرف بڑھنا عین قدرتی امر ہے۔ اس کے علاوہ صد سالہ تقویم کی تیاری کا نقشہ بھی مجوزہ کیلنڈر کے لیے زیادہ سادہ، مختصر اور آسان ہے۔ ان تمام کی وجوہات زیادہ تر فنی ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں البتہ اتنا کہنا شاید اہل فن کے لیے کافی ہو کہ لیپ سال کے اضافی دن کے لیے اس میں جگہ بہتر منتخب کی گئی ہے جس کے یہ فنی برکات ظاہر ہو رہے ہیں۔

اس تقویم کے تعارف کے لیے ایک کام بغیر کسی محنت کے فوراً کیا جا سکتا ہے کہ اس کیلنڈر کو فوری طور پر بکرمی کیلنڈر کا متبادل تسلیم کیا جائے کیونکہ اس کو حکومت کی سرپرستی حاصل نہیں نیز ہمارے دفتروں اور تنخواہوں وغیرہ کا انتظام اس سے متعلق نہیں ہے اور اگر عوام اس کی جگہ اس مجوزہ کیلنڈر کا استعمال شروع کر دیں تو ان کا مقصد بھی پورا ہوگا کیونکہ بکرمی کیلنڈر کا اس کیلنڈر کے ساتھ فرق صرف ایک دو دن ہی ہوتا ہے اس طرح اس کیلنڈر کا تعارف بھی ہو جائے گا۔ ویسے بھی ایک ہندو کیلنڈر کے ساتھ ملت اسلامیہ کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے ان کو کچھ زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بس مندرجہ ذیل جدول کے مطابق بکرمی مہینوں کی جگہ متبادل شمسی ہجری مہینوں کو استعمال کریں گے۔

ملک بشیر احمد بگوی صاحب جن کے فقہی مقاصد کے لیے حسابات کے استعمال کی کوششوں سے اب لوگ ناواقف نہیں ہیں انہوں نے بھی اپنا مقالہ پیش کیا۔ اس موقع پر انہوں نے اپنا تیار کردہ مکہ ہجری کیلنڈر بھی مندوبین کو دکھایا۔ اس کیلنڈر میں انہوں نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ مکہ مکرمہ کے افق پر مغرب کے وقت چاند کا موجود ہونا جس دن مہینے میں پہلی دفعہ ثابت ہو جائے تو اس کا اگلا دن آنے والے مہینے کا یکم قرار پائے۔ اس طرح ہر مقالہ نگار نے امت مسلمہ کے لیے قمری کیلنڈر کی ضرورت پر زور دیا۔ فاضل مقالہ نگاروں نے اپنے اپنے موقف بہت اچھے انداز میں پیش کیے اور راقم نے ان سے بھرپور استفادہ کیا اسی طرح ماہنامہ "بینات" (کراچی) کے ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ کے شمارے میں محقق عالم حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ کا مضمون "مروجہ سن عیسوی میں کیا کیا اصلاحیں ہوئیں" بھی راقم کے لیے اس موضوع پر معلومات کا خزینہ ثابت ہوا۔ اس مضمون سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ موجودہ عیسوی کیلنڈر اگرچہ شمسی کیلنڈر کے فوائد لیے ہوئے ہے لیکن ایک غیرتمند مسلمان کے لیے ایسے کیلنڈر کا استعمال جس میں مہینوں کے نام دیوی دیوتاؤں اور ڈکٹیٹروں کے ناموں پر رکھے گئے ہوں ذہنی اذیت کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ شاہ اگسٹس نے اس میں جو غیر منطقی تصرف کیا ہے وہ بھی باعث شرم ہے عیسائی دنیا کو چونکہ اپنی مذہبی تعلیمات کے محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں اس لیے وہ تو اس کے ساتھ اس حالت میں بھی کہ صدیوں تک اپنی مقدس دنوں عیدوں، تہواروں اور روزوں کے صحیح تعین کے بغیر ہی مطمئن رہی لیکن امت مسلمہ سے تو یہ توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے مذہبی ایام سے من حیث القوم غافل ہو جائے اور یہی وہ چیز ہے جس کے لیے امت مسلمہ پر قمری مہینوں کا مکمل حساب رکھنا لازمی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قمری مہینوں کا فیصلہ حساب پر کیا جائے کیونکہ وہ تو رویت پر ہی منحصر ہے ہاں مسلمانوں پر بحیثیت مجموعی قمری مہینوں کے تعین کے لیے رویت ہلال اور اس کے ذریعے معلوم شدہ تاریخوں کے یاد رکھنے کا اہتمام لازمی ہے۔

ایک چیز کا یہاں ذکر کرنا مفید ہوگا کہ قمری ہجری کیلنڈر کی تیاری میں مصروف حضرات نے عام طور اس کا خیال نہیں رکھا کہ قمری ہجری کیلنڈر اگر ہماری روزہ عید اور حج کی تاریخوں کا تعین کرتا ہے تو نمازوں کے اوقات کے لیے کسی شمسی کیلنڈر کا استعمال ہماری مجبوری بن گیا ہے۔ اس طرح وہ قمری ہجری کیلنڈر کی تیاری میں اپنے حسابات کو بہتر کرنے کی کوشش میں اتنے آگے چلے گئے کہ ان کو قمری ہجری کیلنڈر کے اصل مزاج کا بھی اندازہ نہ ہو سکا۔ احقر کے نزدیک قمری ہجری کیلنڈر کے اجراء کا صرف ایک مقصد تھا کہ خطوط میں ان تاریخوں کی مدد سے یہ پتہ چلے کہ کوئی خط کب لکھا گیا تھا یا اس کے ذریعے کسی واقعہ کا تعین کیا جا سکے کہ یہ کب ہوا تھا گویا کہ اس کیلنڈر کا تعلق ماضی اور حال کے ساتھ ہے مستقبل کے ساتھ اس کا صرف اتنا تعلق ہے کہ ان مہینوں کی یکم کا

تعین ہو سکے جن کے ساتھ ہماری عبادات وابستہ ہیں ۔

مہینوں کی یکم کا رویت کے ذریعے تعین اس کیلنڈر سے پہلے بھی تھا البتہ شہور حرم کو آگے پیچھے کرنے کی جو بدعت عربوں میں رائج ہوئی تھی وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ختم فرما دی ۔

اس تمہید سے پتہ چلا کہ قمری مہینوں کی یکم کا تعین فقط رویت کے ذریعے کرنا عین شریعت مقدسہ کی منشاء کے مطابق ہے اور ہر ایسی کوشش کا جس سے ان کا تعین حساب کے ذریعے کیا جانا طے پائے اس کا بروقت سد باب کرنا فرض کفایہ ہے ۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب ہم قمری ہجری کیلنڈر کو صرف ماضی اور حال کے لیے استعمال کریں اور ان کی یکم کا تعین صرف اور صرف رویت کے ذریعے کریں ۔ بعض شریعت سے ناواقف حضرات اخلاص کے ساتھ ایک ایسے قمری ہجری کیلنڈر کی تلاش میں ہیں جس میں مہینے کی یکم کا تعین حساب کی مدد سے ہو سکے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس کیلنڈر کے ساتھ ہم اپنے اسلامی تشخص کو قائم رکھ سکتے ہیں اور اس کے لیے وہ ایک ایسا فارمولا وضع کرنا چاہتے ہیں جس کی مدد سے ایسا قمری ہجری کیلنڈر تیار ہو سکے جس کا مشاہدے کے نتائج سے کم سے کم فرق ہو ۔ بلاشبہ اپنے اسلامی تشخص کی بقا کا خیال رکھنا ایک انتہائی صالح جذبہ ہے لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ قمری ہجری مہینوں پر ہماری عبادات کا انحصار ہے اور ان کے تعین کے لیے معیار صرف اور صرف مشاہدہ ہے پس اگر ایک قاضی سے غلطی بھی ہو جائے یعنی کوئی جھوٹی شہادت دے کر بارویت میں غلطی کر کے قاضی صاحب سے چاند کے نظر آنے کا فتویٰ صادر کراوے تو لوگوں کی عبادات میں کوئی فتور واقع نہیں ہوگا اور قاضی صاحب کا بھی کوئی قصور نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ شہادت کو پرکھنے کے لیے اپنے بہترین وسائل استعمال کر چکے ہوں اس کے برعکس اگر کوئی شرعی شہادت کے بغیر فقط حساب پر چاند کے نظر آنے کا فیصلہ کر دے تو چاہے اس کا فیصلہ بالکل حقیقت کے مطابق ہو یعنی چاند اس دن نظر آسکتا ہو تب بھی یہ فیصلہ شرعی طور پر نافذ نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس کی تصدیق شرعی شہادت نہ کرے لہٰذا شرعی شہادت کے بغیر فقط حساب پر چاند کی تاریخ کا فیصلہ کرنے والے تمام لوگ گنہگار ہوں گے ۔ یہ حضرات اپنے اجلاسوں میں ظاہر فرماتے رہے ہیں کہ عبادات تو رویت پر ہوں گی اور قمری ہجری کیلنڈر صرف انتظامی امور کے لیے استعمال کیا جائے گا ۔ یہاں تک تو بات ٹھیک تھی لیکن خطرہ اس وقت شروع ہوا کہ ان حضرات میں سے بعض نے یہ عندیہ ظاہر فرمایا کہ چاند کا دیکھنا اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک کوئی حساب کا قابل اعتبار معیار طے نہیں پا جاتا ۔ بظاہر یہ بات بالکل بے ضرر لگتی ہے لیکن دیکھا جائے تو ان حضرات کے نزدیک ایسا قابل اعتبار معیار آئندہ کسی وقت حاصل کرنا ممکن ہے

جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ کسی دن چاند کے نظر آنے کی تمام شرائط پورے بھی ہوں لیکن اس کے سامنے بادل آجائیں تو چاند نظر نہیں آئے گا اس لیے حساب کی بنیاد پر شریعت کے مطابق چاند کے نظر آنے کا فیصلہ کرنا ناممکن ہے اس سے پتہ چلا کہ قمری ہجری کیلنڈر کا ایک مہینے سے زیادہ مستقبل کے لیے استعمال خطرے سے خالی نہیں۔ احقر کا اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں کہ رویت ہلال میں جدید سائنس کا استعمال نہیں ہوسکتا۔ اس موضوع پر احقر نے ایک مقالہ "رویت ہلال اور جدید سائنسی تحقیقات" لکھا ہے اس سے احقر کا اس بارے میں نقطہ نظر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس مقالے میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ چاند کے دیکھنے میں اور اس کے بارے میں شہادت کو پرکھنے نیز مطالع کی تعین میں سائنس کیا خدمت کرسکتی ہے۔

مستقبل کے کاموں کے لیے اور ان عبادات کے اوقات کے تعین کے لیے جن کا دارومدار فلکی حسابات پر ہو شمسی کیلنڈر ہی کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نمازوں کے اوقات اور سحری اور افطاری کے اوقات کے نقشے جن حضرات نے بنائے ہیں جن میں علماء کرام بھی شامل ہیں انہوں نے ان کے لیے صرف وہی کیلنڈر استعمال کیے ہیں جو شمسی تھے مثلاً موجودہ عیسوی کیلنڈر اور بکرمی شمسی کیلنڈر وغیرہ کیونکہ شمسی کیلنڈر کا تعلق سورج کے گرد زمین کی حرکت سے ہے اور اس میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں اس پر کافی بحث کی ہے۔ جس شمسی کیلنڈر میں زمین کی سورج کے گرد حرکت کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہو تو اس کا جو دن جس موسم میں آئے گا ہمیشہ اسی موسم میں آئے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو موسم کے تعین میں فرق پڑ سکتا ہے اور اسی پر نمازوں کے اوقات بھی قیاس کیے جاسکتے ہیں۔ جب شمسی تقویم کی یہ افادیت تسلیم کی جاتی ہے کہ اس کو ماضی حال اور مستقبل تینوں کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے نیز نمازوں سحری اور افطاری کے اوقات کے حسابات کے لیے بھی اور عبادات کے علاوہ تمام انتظامی امور کے لیے اس کا استعمال مفید ہوسکتا ہے تو اسلامی تشخص کے اظہار کے لیے اپنا شمسی ہجری کیلنڈر وضع کرنا کیوں نہیں مفید قرار دیا جاسکتا [illegible]ت کے لیے قمری مہینوں کا صرف مشاہدے پر فیصلہ کیا جائے اور بقیہ انتظامی امور مجوزہ شمسی کیلنڈر کے مطابق طے پائیں تو ایک طرف تو قمری مہینوں کے لیے رویت کے شرعی تقاضوں کے پورا ہونے کا انتظام بہتر ہو سکے گا تو دوسری طرف انتظامی امور اور نماز روزہ کے اوقات کے حساب کے لیے اغیار کے بنائے ہوئے کیلنڈروں کے استعمال سے محفوظ ہو جائیں گے۔ امت مسلمہ کا اپنا شمسی کیلنڈر نہ ہونے کی وجہ سے مندرجہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے علماء کرام اور مسلمان ماہرین فلکیات اغیار کے بنائے ہوئے کیلنڈروں کے استعمال

پر مجبور تھے۔ احقر نے جب حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب کا مقالہ پڑھا تو سر شرم سے جھک گیا اور اسی وقت سے ایک اسلامی شمسی کیلنڈر کی تیاری کے لیے علمائے کرام سے مشورے شروع کر دیتے۔ حضرت مفتی مختار الدین شاہ صاحب مدظلہ کے جذبات تو ان کی تقریظ سے ظاہر ہیں انٹرنیشنل اسلامک مشن کے سربراہ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے بھی مفید مشوروں سے نوازا اور اس کو مفید کوشش ٹھہرایا الحمدللہ علماء کرام کی سرپرستی کی برکت سے جلد ہی اس کی ایک ہیئت سامنے آگئی جس کی اس مقالے میں علماء کرام اور ماہرین فن کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں امید کرتا ہوں کہ علماء کرام اور ماہرین فلکیات اس کام کے بارے میں رہنمائی فرمانے سے دریغ نہیں فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سارے کام کو فقط اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین متین کے لیے دن رات کام کرنے کی قبولیت کے ساتھ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

موجودہ ہجری کیلنڈر کو قمری ہجری کیلنڈر کہنا زیادہ مناسب ہوگا جب کہ مجوزہ اسلامی ہجری کیلنڈر کو شمسی ہجری کیلنڈر کہا جائے گا کیونکہ اس کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غار ثور سے مدینہ منورہ روانگی کے دن سے یعنی پیر کے دن یکم ربیع الاول سے کی گئی ہے اور یہی وہ واقعہ ہے جس کے بعد اسلام تمام ادیان پر غالب ہوا۔

اس کے مہینوں کی تعداد بھی بارہ ہوگی۔ مہینوں کے نام اور ان میں دنوں کی تعداد کے لیے مندرجہ ذیل ترتیب تجویز کی گئی ہے۔

نمبر شمار	مہینہ	دن	نمبر شمار	مہینہ	دن
۱	حراء	۳۰	۷	احزاب	۳۱
۲	معراج	۳۰	۸	رضوان	۳۱
۳	ہجرہ	۳۰	۹	خیبر	۳۱
۴	قبا	۳۰	۱۰	فتح	۳۱
۵	بدر	۳۰	۱۱	حنین	۳۱
۶	احد	۳۰	۱۲	تبوک	۳۰

خاص سال سے مراد لیپ کا سال ہے یعنی وہ سال جو ۴ پر پورا پورا تقسیم ہوسکے۔ جو سال ۴ پر پورا پورا تقسیم ہوسکے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ۱۰۰ پر بھی تقسیم ہوسکے خاص سال شمار نہیں ہوگا لیکن یہی سال اگر ۴۰۰ پر بھی تقسیم ہوتا ہو تو اسے البتہ خاص سال ہی شمار کیا جائے گا۔ یہ سب اہتمام اس لیے ہے کہ زمین

سورج کے گرد ۳۶۵۔۲۴۲۱۹۸۷۸ میں ایک چکر پورا کرتی ہے اور اس کسر کو پورا کرنے کے لیے باقاعدہ وقفوں کے ساتھ خاص سال کا لانا ضروری ہے ۔ ورنہ ہر سال کسی معین دن پر سورج ایک جگہ پر نہیں ہوگا جس سے موسموں اور اوقات صلوٰۃ وغیرہ میں فرق پڑ جائے گا خاص سال میں ۳۶۶ دن ہوں گے یعنی عام سالوں سے ایک دن زیادہ۔ اس کے لیے خاص سال میں تبوک کا مہینہ ۳۱ دن کا شمار ہوگا چونکہ تبوک آخری مہینہ ہے اس لیے اس میں اضافے سے بقیہ سال متاثر نہیں ہوگا بخلاف موجودہ عیسوی کیلنڈر کے کہ جس میں اضافہ فروری میں کیا جاتا ہے جس سے سال کے اگلے دس مہینے متاثر ہو جاتے ہیں ۔ مہینوں کے نام ایسے رکھے گئے ہیں جس سے اسلامی تاریخ اور ثقافت کا اظہار ہو اور اس کے لیے اصول یہ رکھا گیا ہے کہ جو واقعہ تاریخ میں ترتیب کے لحاظ سے پہلے آتا ہو اس کو مہینوں کی ترتیب میں بھی پہلے لایا جائے ۔ واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی سے لیے گئے ہیں ۔ مثلاً پہلے مہینے کا نام حرا اس لیے رکھا گیا کہ یہیں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی گئی تھی اور معراج کے واقعے کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے ۔ اس طرح تیسرے مہینے کا نام ہجرت ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مبارک کی مناسبت سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مہینے میں ہجرت فرمائی تھی ۔ بقیہ مہینوں کے نام بھی ہجرت کے بعد کے مشہور واقعات کی ترتیب کے مطابق ہیں ۔

اس کیلنڈر کی تیاری کے لیے کمپیوٹر پروگرام تیار ہو چکا ہے اس کے ذریعے گزشتہ تاریخوں جن کو عیسوی کیلنڈر کے مطابق کتابوں میں لکھا گیا ہے کو مجوزہ شمسی ہجری کیلنڈر میں بدلنا تو بالکل آسان ہے البتہ آئندہ کے لیے تاریخوں کو اس کے مطابق کرنے کے لیے حکومت کے بھرپور تعاون کی ضرورت ہے ۔ راقم حکومت پاکستان اور تمام ممالک اسلامیہ سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ اس کیلنڈر کے استعمال پر ہمدردانہ غور کیا جائے اور علمائے کرام سے مشورہ کرنے کے بعد اس کے نفاذ کا بندوبست کیا جائے ۔ نمونے کے طور پر رواں سال یعنی ۱۳۷۳ کے ایک مہینے کا شمسی ہجری کیلنڈر دیا جاتا ہے اس کیلنڈر میں ہر شمسی ہجری تاریخ کے سامنے اس دن کی عیسوی تاریخ دی گئی ہے مثلاً ۱۸ فتح کے سامنے ۳ لکھا ہوا ہے جب کہ فتح کے ساتھ جون / جولائی لکھا ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۱۸ فتح کو ۳ جولائی ہے کیونکہ ایک دفعہ انگریزی مہینے کا ۳۰ گزر چکا ہے ۔ یہ صرف تعارف کے لیے ہے ۔ جب تک شمسی ہجری سال کا مکمل تعارف نہ ہو چکا ہو تو عیسوی تاریخ ساتھ مجبوراً دینی پڑے گی ۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے کمپیوٹر کے ذریعے تین ایسے جدول تیار کیے گئے ہیں ۔ جن کے ذریعے ۱۹۹۴ء سے لے کر ۲۰۲۲ء تک کسی بھی عیسوی تاریخ کے لیے اسلامی شمسی ہجری کا تاریخ معلوم کیا جا سکتا ہے ۔

بکرمی	شمسی ھ	بکرمی	شمسی ھ
چیت	احزاب	اسوج	حراء
بیساکھ	رضوان	کاتک	معراج
جیٹھ	خیبر	مگھر	ہجرت
ہاڑھ	فتح	پوہ	قباء
ساون	حنین	ماگھ	بدر
بھادوں	تبوک	پاگھن	احد

ان بکرمی مہینوں کو لوگ صرف موسم کے لیے یاد رکھتے ہیں شلاً فصلوں کی کٹائی کا بیساکھ کے ذریعے یاد رکھنا، ساون میں بارشوں کا ہونا، پوہ میں سخت سردی کا پڑنا اور پاگھن میں تیز ہواؤں کا چلنا وغیرہ ۔ ان سب کے لیے بالترتیب احزاب، حنین، قباء اور احد کے نام بھی لیے جاسکتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے کاروباری اور بالخصوص سٹیشنری کے کاروبار کرنے والوں سے درخواست ہے کہ وہ بکرمی کیلنڈر کی تاریخوں کے بجائے اب مجوزہ شمسی کیلنڈر کی تاریخیں چھاپ دیا کریں انشاء اللہ ان کو اس کا اجر ملے گا۔

اس طرح جن حضرات کی گھڑیوں پر تاریخ بھی دیئے ہوتے ہیں ان سے بھی التماس ہے کہ وہ اپنی گھڑیوں پر ان تاریخوں کو لائیں۔ الحمد للہ کئی علمائے کرام نے دینی غیرت کے پیش نظر احقر کی درخواست سے پہلے اس پر عمل شروع کیا ہے

علمائے کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنی مساجد میں مجوزہ شمسی کیلنڈر کے مطابق نمازوں کے اوقات کے نقشے آویزاں فرمائیں ۔ مذکورہ بالا دو نقشوں کے ذریعے مجوزہ شمسی کیلنڈر کی تاریخ معلوم کرنا صرف دو سیکنڈ کا کام ہے جس کو سیکھا جاسکتا ہے۔ مجوزہ شمسی ہجری سال کے مہینوں کے نام مفتیان کرام اور علمائے کرام کے مشورے سے کافی سوچ و بچار کے بعد رکھے گئے ہیں تاہم یہ چونکہ پوری ملت کی امانت ہے اس لیے اس سلسلے میں مشورے جاری ہیں۔ اگر مشوروں کے نتیجے میں کوئی زیادہ بہتر تجویز آئی تو اس کا اعلان کیا جائے گا ادارے کا پروگرام ہے کہ اس کو ۱۶ ستمبر سے پہلے حتمی شکل دے دیں کیونکہ ۱۶ ستمبر کو دوسرا سال ۱۳۷۰ھ شروع ہوگا تاکہ اس کے لیے کیلنڈروں کو چھاپنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے۔ نیز اس کے بعد نمازوں کے اوقات کے جدید نقشوں کو بھی مجوزہ ناموں کے ساتھ عوام کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ادارہ تحقیقات فلکیہ اسلامیہ ان شاء اللہ عالمی سطح پر تعارفی پروگرام شروع کرے گا۔ تمام اہل درد اور اہل ذوق حضرات سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس میں تعاون فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ امت مسلمہ جلد بیدار ہو

اور اپنی ثقافت، اپنے اطوار اور اپنے شعار سے وفا کرنا پھر سے سیکھ لے تاکہ جو مرعوبیت اغیار نے ہمارے ذہنوں میں مختلف طریقوں سے ڈالی ہے وہ نکل جائے اور ہم پھر سے آزاد ذہن کے ساتھ زندہ رہنا سیکھ لیں۔ آیئے ہم آج عہد کر لیں کہ ہم اغیار کی ذہنی غلامی سے آزادی حاصل کریں گے اور آج سے ہم صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی پر فخر کریں گے۔ مخلوق کی غلامی کا طوق اب ہمارے گلے میں نہیں رہے گا۔ ہمارا نصب العین اب صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی ہوگی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی۔ بقول مولانا محمد علی جوہرؒ ۔

ہو جائے اگر ساری خدائی بھی مخالف — کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے — یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

JUN / JULI

فتح

ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
						۱
						16
۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
17	18	19	20	21	22	23
۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
24	25	26	27	28	29	30
۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲
1	2	3	4	5	6	7
۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹
8	9	10	11	12	13	14
۳۰	۳۱					
15	16					

(بقیہ صـ۲۵ سے)

کے مورچے ہیں جو بنتے اور آباد ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کے مقابلے پر کون سے اور کتنے اسلامی تہذیب کے میڈیا کیمپس ہیں؟ اپنے میڈیا مورچے بنائے بغیر دشمن تہذیب کی ہمارے اپنے گھر کے اندر سے جاری گولہ باری کو نہ روکا جا سکے گا اور نہ ان کا منہ پھیرا جا سکے گا۔ شاید ہم عالمی واقعات و حالات کے کسی کروٹ بدلنے سے خود بخود پہنچ جانے والے فائدے کا انتظار کر رہے ہیں۔ شاید یہ موقع اور فائدہ حاصل ہو جائے۔ خدا کرے کہ کم از کم ایسا تو ضرور ہو۔

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی ایم اے ایل ایل بی۔ پی ایچ ڈی

وادی نیل سے ابھرتا ہوا جنسی سیلاب

افرنگیت، برہمنیت ، اشتمالیت ، لادینیت ، عیسائیت اور دیگر طاغوتی طاقتیں اسلام کے درپے ہیں اور امت مسلمہ کو کمزور کرنا چاہتی ہیں۔ اخوت ، بے مثال ربط وضبط ، ایثار اور قربانی کے جذبے مجروح ہو رہے ہیں۔ داغ ہائے غم چراغ سینہ کتنے ہیں۔ بوسنیا، لبنان، کشمیر اور افغانستان وغیرہ میں مسلمانوں کا لہو کتنا ارزاں ہے۔ اسلام کا پیغام لے کر کئی قافلے دنیا کے کونے کونے میں پھیلے۔ کبھی بحر اٹلانٹک کے صنوبر کے درختوں میں ڈھکے ہوئے ساحلوں تک پہنچے، کبھی بحر آرکٹک کی برفانی چٹانوں تک پہنچے، کبھی انہوں نے ٹنڈرا میں طویل قطبی راتیں گزاریں، کبھی فلپائن کے انناس کے جنگلوں میں راتیں گزاریں، کبھی نیم ریگستانی اور کوہستانی منطقوں کی طرف گئے، کبھی کریملن کی دندانے دار بھوری سی سرخ دیواروں سے ٹکرائے تو کبھی ماسکو کے لال چوک تک پیغام حق پہنچایا۔ قاہرہ یورپ اور افریقہ کا وہ سنگم تھا جو اسلامی تعلیمات کا قدیم مرکز رہا۔ ایک طرف اب بھی وہاں الازہر تہذیب حجاز کا گہوارہ اور تعلیمات لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم مرکز ہے اور ایک طرف قاہرہ عالم عرب کا وہ شہر ہے جو اخلاقی بے راہ روی کی انتہا کو چھو رہا ہے۔ ویسے تو تمام عالم اسلام مغرب کی ثقافتی یلغار میں جکڑا ہوا ہے۔ وہ مصر جو اسلام کا حصار تھا اب شکست وریخت کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ صنم کدہ بھی ہے اور نشاط کدہ بھی۔ وہ مصر جہاں سے قصیدہ بردہ شریف کے علامہ بوصیریؒ کے دل سے ایک پرکیف صدا نکلی تھی جو آج بھی گونج رہی ہے وہ مصر جہاں عبدالقادر عودۃ شہید جیسے عظیم جج پیدا ہوئے، وہ مصر جہاں سے ڈاکٹر بہت سے **ماہر تعلیم** اور ادیب پیدا ہوئے، وہ مصر جہاں سے مفتی عبدہ جیسے مجدد پیدا ہوئے، وہ مصر جو یوسفؑ کی کمال عصمت وعفت، غایت نزاہت اور پیغمبرانہ عصمت کا اقبالی ثبوت پیش کرتا ہے، وہ مصر جو پیکر رعنا، حسن معصوم اور ماہ کنعاں کے رخ زیبا کا نکھار بھی ہے اور کنعانی غلام کے ہاتھوں رسوا ہونے والی زلیخا کے دل کے زخموں کی منہ بولتی تصویر بھی ہے، آج وہی مصر اہل مغرب کی زبردست اور تباہ کن ثقافتی یلغار میں ہے۔ یہ صورت حال عالم اسلام کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے!

پاک ہے گرد وطن سے سر داماں ترا
تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر کنعاں ترا (علامہ اقبال)

وہ مصر جو حسن ورعنائی کے حسین وجمیل پیکر کا گواہ تھا، وہ مصر جو پیغمبرانہ عصمت کا مرقع تھا، آج وہی مصر

جہاں سے اسلام کے عہد شباب کی نواسنی جاتی تھی، یورپ کے لیے تفریح کا ساماں بنا ہوا ہے۔ وہ مصر جہاں نیل کی خونی موجوں کو سرزمین حجاز سے عمرؓ جیسے درویش منش حکمران اور خلیفۂ وقت جس کی قمیص پر دس دس پیوند لگے ہوئے تھے، کا پیغام ملا تھا تو اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی طغیانی موجوں کو سمیٹ لیا تھا، آج اسی نیل کے ساحل پر، اسی وادی گل میں، اسی دریا کے لب پر سرخ پوش مہوش مئے گلرنگ کے نشے میں مدہوش نظر آتی ہیں۔ یہ جمال ہوشربا، یہ شفق کی لالی اور ساحل نیل سے فحاشی کا اٹھتا ہوا سیلاب عالم اسلام کی بدبختی اور اخلاقی اضمحلال کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ قاہرہ جس کے ذرے ذرے میں لہو اسلاف رچا ہوا تھا اب وہ اخلاق کا مرقد و مدفن بنا ہوا ہے۔ افسوس اب وہ قافلہ نہیں جس میں ابراہیمؑ بن ادہم تھے، ابوبکر شبلی معروف کرخی تھے اور ایسے پاکیزہ اخلاق والے بزرگ تھے جن کے رعب سے عرب و عجم لرزتے تھے۔

خود ہے زندہ تو دریا ہے بیکرانہ ترا ترے فراق میں مضطر ہے موج نیل و فرات

اقوام متحدہ "آبادی اور ترقی" کے پروگرام پر ۴۴ بلین ڈالر کی خطیر رقم خرچ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ یہ منصوبہ عالمی اداروں میں منصوبہ بندی کے یہودی ماہرین نے تیار کیا ہے۔ اس پروگرام کے نمایاں خدوخال حسب ذیل ہیں :

۱۔ پرائمری سکولوں میں جنسی تعلیم کو عام کرنا۔ ہر ملک کے لیے یہ پابندی ہوگی کہ وہ موصولہ گرانٹ کے برابر اپنے وسائل بھی اس پروگرام کے لیے خرچ کرے۔

۲۔ کنڈوم (مانع حمل اشیاء) کو جائز قرار دینا۔ اس کے استعمال کی حوصلہ افزائی کرنا اور دیگر ممالک میں اس کے استعمال کی ترویج پر زور دینا۔

۳۔ اسقاط حمل کے مختلف طریقوں کی تعلیم مختلف ممالک میں دینا۔

۴۔ ہم جنس پرستی کے فوائد کی مختلف ممالک میں تشہیر کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

۵۔ معاشرے میں عورت کے لیے مساوی مواقع فراہم کرنا۔

۵ سے ۱۳ ستمبر ۱۹۹۴ء تک ہونے والی کانفرنس "آبادی اور ترقی" قاہرہ میں ہوئی۔ اس بین الاقوامی کانفرنس کی ۱۱۳ صفحات پر مشتمل تجاویز کا خلاصہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ اس کانفرنس کا مقصد کیا تھا۔ ہر ذی شعور، اہل دانش و فکر اور عالم دین اس کے پس منظر کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ یہ منصوبہ نہ صرف مسلمان ممالک بلکہ انسانیت کے خلاف ایک گھناؤنی سازش تھی۔ اس کے پس پردہ مقاصد واضح ہوں :

مقاصد

۱۔ اہل مغرب تو پہلے ہی اسفل السافلین کی تصویر پیش کر رہا ہے وہ تو پہلے ہی ارذل ترین سطح پر اتر آیا ہے۔ یہ پروگرام انسانی اور اسلامی اخلاقی قدروں کو تہہ و بالا کرنے کا پروگرام ہے جب

عفت و حیا کا نظام نہ رہا، جب اخلاقی قدریں پامال ہوئیں۔ جب معاشرہ حیوانیت کی منہ بولتی تصویر بنا، جب خاندانی نظام تار تار ہوا، جب معاشرے سے شرم و حیا اٹھ گیا، جب اسلامی کلچر اور تہذیب کا رشتہ ٹوٹ جائے، جب مادر پدر جنسی آزادی ملے تو پھر معاشرے میں کیا اچھائی رہے گی۔

۲۔ اس پروگرام سے جنسی انارکی پھیلے گی۔ یہ پروگرام نیو ورلڈ آرڈر کا ایک شاخسانہ ہے جس سے جنسی انقلاب کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔

۳۔ معاشرے میں عورت کے لیے مساوی مواقع سے انارکی پھیلے گی۔ عورت پر جائز پابندیاں مستحسن ہیں۔ وگرنہ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً جنسی بے راہ روی پر پابندی معاشرے میں طہارت اور پاکیزگی کا باعث ہوتی ہے۔

۴۔ اس ناپاک پروگرام سے مسلمانوں کی نسلیں تباہ ہوں گی۔ اہل مغرب کا مدعا بھی یہی ہے کہ نصاریٰ اور ہندو اسلحے کے زور سے بوسنیا، فلسطین اور کشمیر میں مسلمانوں کی تو نسل کشی نہیں کر سکے۔ اس انقلاب سے ان کی نسلیں تباہ کی جائیں۔

۵۔ یہ منصوبہ مسلمانوں کے عائلی نظام پر ایک آخری وار ہو گا۔

ویٹی کان سے پوپ نے بھی اس پروگرام کی مذمت کی تھی کیونکہ مغرب عورت کو مساوی حقوق دینے کے نام پر تباہی کے کنارے پر پہنچ چکا ہے جس سے راہ فرار ممکن نہیں۔

فرانس کی ایک بدکار ادیبہ اپنے ناول "نزاک" میں لکھتی ہے کہ نکاح ایک انتہائی وحشیانہ طریقہ ہے۔ بدنام زمانہ بنگلہ دیشی ادیبہ تسلیمہ نسرین اپنی کتاب میں لکھتی ہے کہ قرآن میں نظرثانی کر کے اس میں عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر قرار دیئے جائیں۔ وہ فری سیکس (جنسی بے راہ روی) کی قائل ہے۔ لندن میں دوشیزاؤں کی انجمنیں ہیں جو عہد کرتی ہیں کہ ہم شادی نہیں کریں گی۔ ان کے نزدیک یہ ایک جمہوری طریقہ ہے جس پر وہ عمل کرتی ہیں۔ ایک سروے کے مطابق فرانس کے سپاہی بھی جنسی امراض خبیثہ میں گرفتار رہے ہیں۔ صدر کلنٹن کی کوشش کے باوجود امریکی فوج میں ہم جنس پرستوں کو بھرتی کی اجازت آرمی چیف جنرل پاول نے نہیں دی۔ برطانیہ کے ماہر اقتصادیات مالتھس نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ شادی میں تاخیر کی جائے نیز نسل کشی کی جائے تاکہ افلاس کو روکا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مانع حمل ادویات نے دنیا میں عیاشی، فحاشی، بدکاری اور جنسی بے راہ روی پھیلائی۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا فاضل مقالہ نگار لکھتا ہے کہ:

"امریکہ کی ۹۰٪ آبادی اس طرح متاثر ہوئی۔ وہاں اوسطاً ہر سال دو لاکھ مریض آتشک اور دو لاکھ سوزاک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔"

یورپ میں لواطت کو قانونی تحفظ ملا۔ جرمنی کا ڈاکٹر ہرشفیلڈ لواطت کے حق میں چھ سال تک کوشاں رہا۔ اب جرمن پارلیمنٹ اور برطانوی قانون کے مطابق لواطت جائز ہے۔ یورپ میں ایڈز جیسی بیماری کا عفریت ان کے لیے عذاب الہی سے کم نہیں۔ فرانس کے ایک رکن سینیٹ موسیو فرزنان دریفو نے قحبہ گری کے بے شمار مالی فائدے گنوائے تھے اور اسے تجارت کہا تھا۔ اس صنعت اور تجارت کے لیے مال خام کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ خام مال دس سال کی عمر کی لڑکیاں ہوتی ہیں۔

کیا اقوام متحدہ اپنا شائع شدہ ڈیموگرافک سالنامہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء بھول گئی ہے جس کے مطابق مختلف ممالک میں حرامی بچوں کی تعداد حسب ذیل تھی۔

مغربی ممالک ۶۰٪۔ پاناما، ارجنٹائن ۷۰٪۔ لاطینی امریکہ ۷۰٪ سے بھی زیادہ مسلم ممالک ۰٪۔ مصر ایک فیصد سے بھی کم اقوام متحدہ کے جواب اور تحقیق کے مطابق اسلام کے قانون تعدد زوجیت کی وجہ سے حرامی بچوں کی نسبت صفر کے برابر ہے۔

اسلام نے عورت کو ووٹ کا حق اس وقت دیا جب دنیا اسکا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ برازیل میں ۱۹۳۲ء میں عورت کو ووٹ کا حق ملا۔ امریکہ میں یہ حق اسے ۱۹۴۰ء میں ملا۔ جرمنی میں یہ حق اسے ۱۹۱۴ء میں ملا جب کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کے انتخاب میں مدینہ کی عورتوں سے مشورہ لیا تھا جو ووٹ کی ایک قدیم شکل تھی۔ عورت کو ۱۴۰۰ء سال پہلے جائیداد کا حق ملا جب کہ یہ حق برطانیہ جیسے مہذب ملک میں اسے ۱۸۸۲ء میں ملا عورت اسلام کی رو سے تاجر بن سکتی ہے۔ چادر اور چار دیواری اس کے معاش میں حائل نہیں ہوتی۔ اسلام اسے اعلیٰ خاندانی نظام عطا کرتا ہے جس میں عفت و حیا ہے۔ چند پابندیاں ضرور ہیں مثلاً فتنہ عریانی سے پرہیز ضرور ہے۔ اس کا مقصد عائلی نظام کو مستحکم کرنا ہے اسقاط حمل انسانی قتل ہے۔ برطانیہ میں بھی اسقاط حمل انسانی قتل شمار ہوتا ہے۔ امریکہ کی بھی کئی ریاستوں میں اسقاط حمل کو انسانی قتل گردانا جاتا ہے۔

اسلام پسند قوتوں کو اس قسم کی جنسی انارکی اخلاقی بے راہ روی اور نام نہاد لبرل ازم کے خلاف ایک مضبوط چٹان بن کر کھڑا ہونا ہوگا۔ علماء دین اور اسلام کے مفکرین تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے وارث ہیں۔ انہیں اس قسم کی مذموم سازشوں کے خلاف آہنی دیوار بن کر کھڑا ہونا ہوگا۔ اہل فکر و دانش جو دینی سوچ رکھتے ہیں انہیں اپنی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہوگی۔

مصر اسلامی تعلیمات کا مرکز و محور ہے۔ قاہرہ اسلامی تعلیمات کی قدیم یونیورسٹی ہے یہاں سے اسلامی اخلاقی قدریں منعکس ہوں نہ کہ جنسی انقلاب کا سیلاب تند و تیز امڈ آئے!

شاہ بلیغ الدین

وہ یقیناً جنتی تھے

حضرت عمرو بن وقش کی ایمان افروز شہادت

۳ھ ہجری کی بات ہے ۶ شوال جمعہ کا دِن تھا۔ کوئی عصر کے لگ بھگ عمرو بن وقش کہیں باہر سے گھر واپس آتے۔ دیکھا محلّے میں سنّاٹا ہے تو سوچنے لگے ـــــ نہ جانے کیا بات ہے؟ گھر میں داخل ہوئے تو پہلا سوال یہی کیا سب لوگ کہاں گئے؟ (اشہل تو وہ گھرانہ تھا جس کی خود رسالتِ پناہ نے تعریف فرمائی تھی۔ ارشاد تھا کہ انصار کے بہترین گھرانے بنو نجار کے ہیں ان کے بعد بنو اشہل کا درجہ ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضؓ کی بہن لیلیٰ بنتِ یمان کے ایک صاحبزادے تھے ـــــ عمرو بن وقش ـــــ قبیلہ اوس کی شاخ اشہل سے اُن کا تعلق تھا۔

جب حضرت سعد بن معاذ رضؓ اسلام لے آئے تو پھر اُن کے کہنے پر قبیلہ اَوس کے بچّے، بڑے، بوڑھے اور عورتیں بھی مسلمان ہو گئیں۔ حالت یہ تھی کہ مشکل ہی سے ایک دو آدمی بچ رہے تھے جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ عمرو جن کا لقب احرم ہے اُنہیں میں سے ایک تھے۔

عمرو کے سوال کا جواب مِلا ـــــ لوگ احد گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے ہیں۔ مشرکینِ مکّہ سے لڑائی ٹھن گئی ہے۔ افواہیں تو بہت دنوں سے اُڑ رہی تھیں، آج معلوم ہوا کہ وہ لوگ پہنچ گئے۔

عمرو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن کچھ دنوں سے اسلام کی طرف دِل کِھچ رہا تھا۔ آج جو یہ موقع آیا تو نہ جانے کتنی دیر بیٹھے سوچتے رہے۔ ایمان کی چنگاری دبی دبی سی تھی۔ دفعتاً سلگ اُٹھی۔ نا مسلمان تھے نا موں مسلمان تھے۔ کنبے کا کنبا مسلمان تھا۔ یہ اپنی جگہ سے اُٹھے۔ زرہ پہنی خود سر پر جمائی گھوڑے پر بیٹھے اور یہ جا وہ جا۔ کتنی دُور جانا تھا۔ بس دو میل کی تو بات تھی! مدینے کے شمال میں احد کا پہاڑ تھا۔ اُس کے دامن میں حق و باطل ٹکرا رہے تھے۔

میدانِ جنگ میں پہنچے تو سیدھے اس طرف گئے جہاں ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کی قیادت فرما رہے تھے۔ عمرو خدمتِ نبوی میں حاضر ہوتے تو اب وہ پہلے کے عمرو نہ تھے۔ بولے ـــــ

یارسول اللہ! لڑوں یا اسلام لے آؤں ؟

ارشاد ہوا ـــــ دونوں کام کرو! پہلے ایمان لے آؤ پھر جہاد میں شریک ہو جانا۔ قرآن کا ارشاد ہے ـــــ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ

یعنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور پھر مال وجان سے جہاد کرو ـــــ عمرو تو آئے ہی لڑنے کے ارادے سے تھے، ہتھیار سجا رکھے تھے، خود پہن رکھی تھی۔ زرہ اوڑھے ہوئے تھے۔ عرض کیا کہ ـــــ یارسول اللہ! بس ایک بات ہے کہ دل سخت بے چین ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا ـــــ وہ کیا؟ عرض کیا کہ ـــــ ایمان لاتے ہی میدانِ جنگ میں چلا جاؤں گا۔ فکر اس بات کی ہے کہ ایک رکعت نماز پڑھنے کی بھی سعادت حاصل نہیں ہوگی! ارشاد ہوا ـــــ کوئی ہرج نہیں! شوقِ شہادت سے بیتاب ہو کر پوچھا۔ یارسول اللہؐ! کیا میرے لیے یہی بہتر ہوگا۔ فرمایا ـــــ ہاں! بس پھر کیا تھا۔

فوراً کلمہ پڑھا حضورِ اکرمؐ کے دستِ مقدس پر بیعت کی اور تلوار سونت کر میدانِ کارزار میں کود پڑے۔ اُحد کے میدان میں سات سو اہلِ ایمان کا تین ہزار بت پرستوں سے مقابلہ تھا۔ سر و سامان میں کوئی تناسب نہ تھا اور پھر "مکے" والے تو اس مرتبہ جوشِ انتقام میں اندھے ہو کر اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ انہیں تو اس موقع پر بدر کا بدلہ لینا تھا۔ گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ عمرو بن ثابت بن وقش بھی میدانِ جنگ میں سر ہتھیلی پر لیے لڑتے رہے۔ دم بھر میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی کایا پلٹ دی تھی۔ اس جوش اور بہادری سے لڑتے رہے کہ جس نے دیکھا حیرت کرنے لگا۔

جنگ ختم ہوئی شہیدوں کی لاشیں چنی جا رہی تھیں۔ زخمیوں کو میدانِ جنگ سے اٹھایا جا رہا تھا کہ کچھ مسلمانوں کی اُن پر نظر پڑی۔ بڑی حیرت ہوئی۔ ایک دوسرے سے بولے ـــــ عمرو تو مسلمان نہ ہوئے تھے! وہ یہاں کیسے؟ کسی کو حقیقت کا پتا نہ تھا۔ اُس وقت عمرو کے لبوں پر جان کھیل رہی تھی، پوچھا گیا ـــــ کیا اپنے قبیلے کی محبت یہاں کھینچ لائی؟ بولے ـــــ نہیں عزیزو! میں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آیا ہوں۔ کب سے یہ تمنا دل میں چھپائے بیٹھا تھا۔ بارے آج یہ آرزو پوری ہوئی۔ (جن کے دلوں پر مہر لگی تھی اُن پر مہر لگی رہی اور جن کی عاقبت نیک ہونا تھی انہیں "آناً فاناً" شہادت کا رتبہ حاصل ہوا۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اکثر بڑے اہتمام سے اپنے شاگردوں سے پوچھا کرتے تھے کہ ـــــ کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت بھی نماز نہیں پڑھی لیکن سیدھا جنت میں داخل ہو گیا؟ ـ

(بقیہ صفحہ ۶۳ پر)

ادبیات

پروفیسر محمد سعد سراجی دوستی مرشد بابا سجادہ نشین
دوستیہ خانقاہ شریف موسیٰ زئی (ڈیرہ اسمٰعیل خان)

انجام ستمگر کا ہے عبرت گہِ تاریخ

بستان کی اے باغباں یہ کیسی فضا ہے
ہر برگ پہ ہر گل پہ قیامت سی بپا ہے

اے خانہ برانداز چمن باز ہی آجا
مضمر اسی تعمیر میں تیری ہی بقا ہے

پشتے تیرے کشتوں کے بہر سمت لگے ہیں
ظاہر ہیں تیرے ہاتھ نہ خنجر نہ عصا ہے

انجام ستمگر کا ہے عبرت گہِ تاریخ
آہِ دل مظلوم تو پیکانِ قضا ہے

ہر وعدہ تیرا وعدۂ فردا ہوا ثابت
پورا کیا تو نے کوئی پیمانِ وفا ہے؟

انعام نیکیوں کا میری، دشمنِ وفا!
لکھا تیرے دفتر میں بدی اور جفا ہے

دھڑکن میرے سینے کی ذرا آ کے تو سن لے
ہر تارِ نفس شکوہ کناں تیرا سدا ہے

یہ خال جو آفاق کو مفتون کیے ہے،
اک نقشِ ازل ہے جو میرے دل پہ کھدا ہے

قندھار کے والی سے ہے نسبت کی یہ تاثیر
مرشد جو میرے دل کی اندھیرے میں ضیا ہے

لے حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قبلہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

محمد جبیں کریمی

مستشرقین پر علمائے اسلام کی خدمات کا جائزہ

یہ ایک اہم موضوع ہے جس پر بیشتر عربی و اُردو تصانیف اور اُردو رسائل و جرائد میں شائع ہونیوالے مقالات کو مرتب نے حروف تہجی کے اعتبار سے یکجا کر دیا ہے اس پر اضافہ کا امکان موجود ہے موجودہ شکل میں بھی اس موضوع پر کام کرنے والوں کیلئے یہ ایک مفید کوشش ثابت ہوگی۔ (ادارہ)

استشراق اور مستشرقین کا موضوع نہایت ہی سنجیدہ موضوع ہے، لیکن اس کی طرف توجہ کم کی گئی ہے علمائے اسلام میں چند ہی نے اس کو اپنی تحقیق کا مستقل موضوع بنایا ہے ورنہ عام طور سے اس کو نظر انداز کر دیا گیا۔ بظاہر اس موضوع پر جتنا کام ہونا چاہیئے تھا اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا ہے۔

کسی بھی موضوع پر کام کرنے کے لیے سب سے پہلے یہ معلوم کرلینا ضروری ہوتا ہے کہ اس پر باعتبار معیار و مقدار کتنا کام ہو چکا ہے۔ اگر یہ چیز سامنے نہ رہے تو نہ صحیح طور پر کام ہو سکتا ہے اور نہ آسانی کے ساتھ۔ استشراق اور مستشرقین کا موضوع بھی اس کا متقاضی ہے۔

اس کے تحت عربی اور اردو کی ان تمام کتابوں، مقالوں اور مضامین کے حوالے جمع کر دیئے گئے ہیں جو راقم کے علم میں آئے اور جو مستشرقین کے تعارف، ان کے خیالات کے تجزیہ و تنقید یا ان کی کسی تصنیف کی تردید و جواب میں لکھے گئے ہیں۔

میری اس کوشش کو مکمل اور آخری تو نہیں کہا جا سکتا تاہم اتنا ضرور ہے کہ مجھ جیسے مبتدی کے لیے انشاءاللہ یہ ایک فہرست کا کام دے گی۔ اہل تحقیق و ارباب نظر سے اصلاح کی درخواست ہے۔

عربی کتابیات

کتاب	مصنف	مطبع، سن طباعت
آسیا والسیطرۃ الغربیہ	ک م، بانیکار ترجمہ: عبدالعزیز توفیق جاوید	مطبوعہ دار المعارف، مصر ۱۹۶۲ء

کتاب	مصنف	مطبع، سن طباعت
البطال الحربیۃ فی مصر وامیرکا	محمود فتحی عمر	مطبوعہ مصر
الاخبار السفیۃ فی الحروب الصلیبیہ	سید علی الحریری	مطبوعہ مصر ۱۳۱۷ھ
الادب الجاہلی	الدکتور طٰہٰ حسین	
الاستشراق والمستشرقین	الدکتور مصطفٰی السباعی	مطبوعہ المکتب الاسلامی۔ بیروت
الاستشراق مالہ وما علیہ	الدکتور مصطفٰی السباعی	
الاستشراق والخلیفۃ الفکریۃ للصراع الحضاری	الدکتور محمود حمدی زقزوق	مطبوعہ کتاب الامۃ قطر ۱۴۰۴ھ
الاستشراق فی نطاق العلم وفی نطاق السیاسۃ	عمر فروج	
الاستشراق والتبشیر	ابراہیم خلیل احمد مصری	
الاستطلاب الباریسیۃ	محمد السنوی	مطبوعہ تونس ۱۳۰۹ھ
الاستعمار والاستغلال التخلف	الدکتور جلال یحیٰی	مطبوعہ الدار القومیۃ للطباعۃ النشر اسکندریہ ۱۹۶۵ء
الاسلام والتجدید فی مصر	تشارلز آدمس ترجمہ: عباس محمود العقاد	مطبوعہ مصر ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء
الاسلام والمستشرقون	ہاشم زکریا ہاشم	مطبوعہ جمہوریۃ العربیۃ المتحدہ ۱۹۶۵ء
"	الدکتور محمد علوی المالکی الحسنی	
"	محمد الدسوقی	مطبوعہ قاہرہ ۱۹۷۲ء
"	عبدالجلیل شلبی	مطبوعہ قاہرہ ۱۹۷۴ء
الاسلام والرسول فی نظر منصفی الشرق والغرب	احمد بن حجر ال بوطامی	مطبوعہ الثقافہ سالم حسن الانصاری الدوحہ، قطر۔ طبع ثالث ۱۳۹۸ھ
الاسلام غداً	الدکتور محمد البہی	
الاسلام فی وجہ التغریب	الاستاذ انور الجندی	
الاسلام فی نظر اعلام الغرب	حسین عبداللہ کوییام	بحوالہ الاسلام والرسول فی نظر منصفی الشرق والغرب

کتاب	مصنف	مطبع ، سن طباعت
اظہار الحق	العلامہ رحمت اللہ کیرانوی	الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد المملکۃ العربیۃ السعودیہ سنہ ۱۴۱۰ھ ۱۹۸۹ء تاریخ تصنیف سنہ ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۴ء
الاعلام	خیر الدین الزرکلی	مجلدات ۱۰ مطبوعہ مطبعۃ کوستانسوماس وشرکاہ
الاعلام من الشرق والغرب	محمد عبد الغنی حسن	مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۳۹ء
اثر الحضارۃ العربیۃ فی اوربا	زیغرید ہونکہ ترجمہ: بیضون فاروق و دسوقی کمال	بیروت سنہ ۱۹۶۴ء
	(ب)	
البروق اللامعۃ	العلامہ رحمت اللہ کیرانوی	غیر مطبوعہ
البلاد العربیۃ والدولۃ العثمانیہ	ساطع الحصری	
	(ت)	
تاریخ الاستعمار الانجلیزی فی بلاد العرب	ابن سعید	مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۶ء
تاریخ الجمعیات السریۃ والحرکات الہدامۃ	الاستاذ عبد اللہ عنان	
تاریخ العرب قبل الاسلام	جواد علی	جلد ۷ مطبوعہ بغداد سنہ ۱۹۵۰ء سنہ ۱۹۵۸ء
تاریخ علم الادب عند الافرنج والعرب	روحی الخالدی	مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۱۲ء
تاریخ غزوات العرب فی فرنسا والسویسرا وایطالیہ وجزائر البحر المتوسط	شکیب ارسلان	مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۵۴ھ
تاریخ القرآن	ابی عبد اللہ الزنجانی	الناشر منظمۃ الاعلام الاسلامی العلاقات الدولیہ، مطبوعہ سپہر، طہران، ایران سنہ ۱۴۰۴ھ
التبشیر والاستعمار وصلتہا بالامبریالیہ العالمیہ	ابراہیم خلیل احمد	مطبوعہ مکتبۃ الوعی العربی قاہرہ مصر
التبشیر وسیلۃ من وسائل الاستعمار	زکی النقاش	مطبوعہ ط-۱- بیروت
التبشیر والاستعمار	الدکتور عمر فرخ ومصطفی خالدی	
التراث الیونانی فی حضارۃ الاسلامیہ	الدکتور ماکس مایر ہوف ترجمہ: الدکتور عبد الرحمن بدوی	مطبوعہ القاہرہ سنہ ۱۹۴۰ء

کتاب	مصنف	مطبع ـ سن طباعت
تفصیل آیات القرآن الکریم	جول لابوم استدراک ـ ادوار مونتیہ ترجمہ: محمد فواد عبدالباقی	دارالکتاب العربی ـ بیروت طبع ثانی ۱۹۶۹ء دیکھئے مقدمۃ الکتاب
تقلیب المطاعن	العلامہ رحمت اللہ کیرانوی	غیر مطبوعہ
	(ج)	
جمعیۃ فی باریس من علماء فرنسا للنشر مخطوطات مکتبۃ باریس الشرقیہ	نجیب العقیقی	مطبوعہ
	(ح)	
حاضر العالم الاسلامی	لوتروب شودارد ترجمہ: عجاج نویہض تعلیق: امیر شکیب ارسلان	مطبوعہ بار اول جلد ۲ مصر ۱۳۴۳ھ بار ثانی جلد ۴ مصر ۱۳۵۲ھ
	(د)	
دائرۃ المعارف الاسلامیہ	ترجمہ: محمد ثابت الفندی، احمد الشادی، ابراہیم زکی خورشید، عبدالحمید یونس	مطبوعہ مصر ۱۹۳۳ء ۱۹۵۷ء
دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر (العشرین)	محمد فرید وجدی	مطبوعہ مصر ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء
دائرۃ المعارف للشعب ج ۵	الدکتور جمال الدین الرمادی	دار و مطابع الشعب القاہرہ ۱۹۶۱ء دیکھئے ج ۵ ـ بحث "المستشرقون"
وسائس الانجلیز علی الاسلام	محمد فرید	نوران ۱۹۱۳ء بحوالہ الاعلام للزرکلی
الدعوۃ الی الاسلام	سر توماش آرنولد ترجمہ: الدکتور حسن ابراہیم حسن، الدکتور عبدالمجید عابدین، اسماعیل النحراوی	مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ المصریۃ ۱۹۷۰ء

کتاب	مصنف	مطبع ۔ سن طباعت
	(ذ)	
ذیل الفاریاق	احمد فارس الشدیاق	للزرکلی بحوالہ الاعلام
	(ر)	
الرد علی الادب الجاہلی	امیر شکیب ارسلان	
الرسول فی کتابات المستشرقین	الاستاذ نذیر حمدان	
رسم المصحف العثمانی واوہام المستشرقین فی قرارت القرآن الکریم دوافعہا ودفعہا	عبد الفتاح اسماعیل شلبی	دار الشروق ۔ جدہ ۱۴۰۳ھ طبع ثانی ۔
	(ز)	
زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث	احمد امین	مطبوعہ مصر ۱۹۴۸ء
	(س)	
السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی	الدکتور مصطفٰی السباعی	
السیف الہندی عن معذرات الکندی	عبداللہ	معذرات الکندی لندن سے ہندوستان بھیجا گیا اس کا جواب ہے
	(ش)	
الشرق الاسلامی فی العصر الحدیث	حسین مؤنس	مطبوعہ مصر ۱۹۳۸ء
الشرق الادب الفرنسی	یوسف داغر	مطبوعہ بیروت
الشعر العربی والشعر الاوربی	بیدال	مطبوعہ بار سوئم یونیس آپرس ۱۹۴۶ء
شمس العرب تستطع علی الغرب	زیغرید ہونکہ	
	(بیضون وفاروق) ودسوقی کمال	بیروت ۱۹۶۴ء
	(ص)	
صور من الاستعمار	متعدد مغربی مصنفین کی تصنیف ترجمہ: یاسر الہواری ومروان الجابر	مطبوعہ بیروت ۱۹۵۴ء

کتاب	مصنف	مطبع - سن طباعت
	(ع)	
علماء المشرقیات فی انجلترا	الدکتور اسحٰق موسیٰ الحسینی	مطبوعہ القدس ۱۹۴۰ء
العلم عند العرب لمترجمہ الدکتورین	عبدالحلیم النجار و محمد یوسف موسیٰ	مطبوعہ القاہرہ ۱۹۶۲ء
علم الشرق وتاریخ العمران	جویدی	
عن تاریخ الحرکات الفکریۃ فی الاسلام	بندلی جوزی	مطبوعہ القدوس ۱۹۲۸ء
	(غ)	
الغارۃ علی العالم الاسلامی	ا۔ل ساتیلیہ تلخیص وترجمہ (عربی) محب الدین الخطیب مساعد الیافی	ط۔ ع المطبعۃ السلفیۃ القاہرہ ۱۳۹۸ھ
الغرب والشرق الاوسط	برنارد لوئیس تعریب الدکتور نبیل صبحی	مطبوعہ ۱۹۶۵ء
الغزو الفکری والتیارات المعادیۃ للاسلام	الشیخ احمد شبیر	مطبوعہ الریاض بالسعودیہ
	(ف)	
الفکر الاسلامی الحدیث وصلتہ بالاستعمار الغربی	الدکتور محمد البہی	مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۹۷۰ء ومکتبۃ وہبۃ ۱۴ شارع الجمہوریۃ بعابدین ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء طبع ثامن
فلسفۃ الاستشراق	الدکتور احمد سمایلوفتش	مطبوعہ عالم المعرفۃ ۱۴۰۵ھ
فی الادب الحدیث	عمر الدسوقی	مجلد ۲ مطبوعہ مصر ۱۹۵۰ء
	(ک)	
کشف الحجب والاستار عن اسماء الکتب والاسفار	اعجاز حسین النیسابوری الکنتوری	مطبوعہ کلکتہ ۱۳۳۰ھ
	(ق)	
القصۃ فی الادب العربی الحدیث	محمد یوسف نجم	مطبوعہ مصر ۱۹۵۲ء
القومیۃ العربیۃ والاستعمار		مطبوعہ ۱۹۵۷ء

کتاب	مصنف	مطبع ۔ سن طباعت
القرارت فی نظر المستشرقین والملحدین	عبدالفتاح عبدالغنی	مکتبۃ الدار ۔ مدینۃ المنورۃ ۱۴۰۲ھ
	(ل)	
لسان الصدق	الشیخ علی بن عبداللہ الجرانی	مطبوعہ مصر پادری فنڈر کی کتاب میزان الحق کا جواب
	(م)	
مایقال عن الاسلام	عباس محمود العقاد	دارالکتاب العربی ، بیروت لبنان طبع اول ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء دیکھئے موسوعۃ عباس محمود العقاد ج
المبشرون والمستشرقون	الدکتور محمد البہی	مطبوعہ حولیۃ کلیۃ الدعوۃ مصر ۱۴۰۶ھ
مجلۃ الشبان المسلمین	الاستاذ احمد غنیم المخاصی	دسمبر ۱۹۶۰ء
محاضرات الموسم الثقافی	الدکتورۃ بنت الشاطی	مطبوعہ الکویت ۱۹۵۷ء
المخططات الاستعماریۃ لمکافحۃ الاسلام	محمد محمود الصواف	دارالاعتصام القاہرہ ۱۹۷۹ء طبع ثالث
مسالک الابصار	ابن فضل اللہ العمری	
المستشرقون	نجیب العقیقی	جلد ۳ صفحات ۱۲۰۰ دارالمعارف مصر القاہرہ ۶۵۔۱۹۶۴ء
المستشرقون والدراسات القرآنیۃ	محمد حسین علی الصغیر	الموسسۃ الجامعۃ للدراسات والنشر والتوزیع ۱۴۰۳ھ
المستشرقون	محمد الحومانی	مجلۃ الرسالۃ جولائی ۱۹۳۷ء القاہرہ
المستشرقون والاسلام	ابراہیم عبدالمجید اللبنان	مطبوعہ الازہر ۱۹۷۰ء
〃	حسین الہراوی طبیب حسن اہوری	مطبوعہ المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ ۱۹۶۵ء ۔ معلوم نہیں یہ دونوں ایک ہیں یا دو۔
〃		
المستشرقون البریطانیون	اربری ترجمہ محمد الدسوقی النوبہی	مطبوعہ ولیان لندن
المستشرقون فی المیزان	الشیخ عبدالعزیز القاری	عن محاضرات الجامعۃ الاسلامیہ بالمدینۃ المنورہ ۱۳۹۳ھ

المستشرقون ومشكلات الحضارة	ڈاکٹر عفاف صبرہ	دارالنهضة العربية القاهره سنہ ۱۹۸۰ء
المستشرقون والمبشرون فی العالم الاسلامی	ابراهیم خلیل احمد	مطبوعه القاهره سنہ ۱۹۶۴ء
معجم المطبوعات العربية والمعربة	یوسف الیان سرکیس	جزء ۲ جلد ۲ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۸ء
معجم مصنفات القرآن الكريم	الدكتور علی شواخ اسحاق	دارالرفاع ریاض عرب سنہ ۸۴-۱۹۸۳ء
مفتریات علی الاسلام	احمد محمد جمال	
المناظره الكبرىٰ بين الشيخ	بتحقيق وتعليق	ط - ا - دار ابن تیمیه للنشر والتوزيع الرياض سنہ ۱۴۰۵ھ

(ن)

الناطقون بالضاد فی امریکا	رسالة نشر بالانكليزية ترجمه البدوی الملثم	معهد الشؤن للعربية الامريكية نیویورک طبعت الترجمه فی القدس
نحن والمستشرقون	حسین الهروی	مجلہ المعرفة یولیو ۱۹۳۳ء سنہ ۱۹۳۶ء

عربی مقالات

(ا)

الاستشراق والتبشير	الدكتور احمد عبدالرحيم السايح	البعث الاسلامی لکھنؤ جلد ۳۶ عدد ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، جنوری، فروری مارچ اپریل سنہ ۱۹۹۲ء
الاستاذ ارنلد والاستشراق	الدكتور عبدالباری	المجلہ العربیه ۱۹۸۵ء سنہ ۱۹۸۶ء قسم اللغة العربية وآدابها بجامعة الاسلامیه علی گرہ

(ص)

الصراع بين الفكرة الاسلاميه والفكرة الغربية فی الهند	سعید الاعظمی	البعث الاسلامی لکھنو عدد ۵، ۶، ۷ جلد ۲۰ سنہ ۱۳۹۶ھ

(ق)

القرآن فی نظر بعض المستشرقين	عجیل النشمی	الوعی الاسلامی (ع) ۲۲/۵ سنہ ۱۴۰۳ھ
القرآن مصدر تشريعی فی رای المستشرقين		الوعی الاسلامی (ع) ۲۱۸ سنہ ۱۴۰۳ھ

	(م)	
محاولة المستشرقین تشویه معنی الجهاد	الاستاذ عبدالرحیم صالح عبداللہ	البعث الاسلامی عدد ۲ جلد ۱۶ شعبان ۱۳۹۱ھ اکتوبر ۱۹۷۱ء
المستشرقون والقرآن الکریم	محمد صدرالحسن ندوی (۱/۲)	البعث الاسلامی لکھنؤ س ۲۸ - ع ۳-۱۰-۱-۷ ۱۴۰۳ھ

اردو کتابیات

ابرازالحق ترجمہ اظہار الحق (ترکی)	نزہت آفندی و عمر فہمی ابن حسن الانقرولی	مطبوعہ ۱۹۷۲ء ۱۹۷۶ء ترکی واسپینی میں بھی شائع ہوئی ہے۔
ازالۃ الاوہام (فارسی واردو)	مولانا رحمت اللہ کیرانوی	مطبوعہ ۱۲۶۹ھ مطبع سیدالمطابع یحییٰ بیگم۔ اس کو استاد قوام الدین نے شائع کیا۔
ابصار فی جواب الاستفسار	مولوی سلامت اللہ	نظامی پریس کانپور ۱۲۹۹ھ
ابحاث ضروریہ	حافظ ولی اللہ لاہوری	مطبع مصطفائی لاہور۔ ڈاکٹر فنڈر اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے مابین ۱۸۵۴ء میں ہوئے آگرہ میں مناظرہ کی ضروری بحثیں۔
اثبات التوحید بابطال التثلیث	مولوی محمد گوجرانوالہ	گوجرانوالہ پنجاب ۱۹۳۰ء پادری عبدالحق کے رسالہ اثبات التثلیث کا جواب ہے۔
اجلی البرہان تجدید القرآن		بحوالہ قاموس کتب اردو۔ ٹھاکر داس کی کتاب عدم ضرورت قرآن کا جواب
اجوبہ عجیبہ	مولانا محمد شاہ لکھنوی	نولکشور لکھنؤ ۱۲۸۷ھ۔ عیسائیوں کی طرف سے کیے گئے مختلف سوالات کا جواب
احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث	مولانا رحمت اللہ کیرانوی	سن تالیف ۱۲۷۱ھ مطبوعہ الرضویہ

		دہلی ۱۲۹۲ھ (اس کا نام اصح الاحادیث فی ابطال التثلیث بھی ہے)
ادلۃ الیقین	الشیخ عبدالرحمن بن محمد عوض الجزائری	مطبوعہ ۱۹۳۲ء مطبع ارشاد شبرا۔
اردو دائرہ معارف اسلامیہ	مدیر شیخ نذیر حسین	یہ ڈاکٹر فنڈر کی کتاب میزان الحق کا جواب ہے۔ زیر اہتمام۔ دانشگاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۹۸۹ء
الاستبشار	الشیخ محمد آل حسن	ڈاکٹر فنڈر کی کتاب حل الاشکال کا جواب
الاستفسار	"	ڈاکٹر فنڈر کی کتاب میزان الحق کا جواب
ازالۃ الشکوک	مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ	سن تالیف ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۲ء طباعت جزء اوّل از عبدالوہاب ویلوری۔ طباعت جزء ثانی۔ ابوالفضل ضیاء الدین بن عبدالوہاب ویلوری ۱۸۶۷ء
استبشار	مؤید الدین احمد آبادی	
اسلام اور مستشرقین کی تحریک	مریم جمیلہ ترجمہ: ابوبکر شبیر احمد	
اسلام اور مستشرقین اوّل	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	فروری ۱۹۸۲ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ میں اسلام اور مستشرقین کے عنوان سے جو بین الاقوامی سیمینار ہوا تھا اس کی مختلف نشستوں کی روداد اس میں قلم بند کی گئی ہے۔ مطبوعہ ۱۹۸۵ء
" دوم	"	اس سیمینار میں جو مضامین پڑھے گئے ترتیب کے ساتھ ان کو اس میں جمع کر دیا گیا ہے۔ مطبوعہ ۱۹۸۶ء
" سوم	"	اس سیمینار اور موضوع کے تعلق سے ارباب علم کے جو مقالات موصول ہوئے یا دارالمصنفین کے رفقاء نے لکھے وہ

کتاب	مصنف	کیفیت
		اس میں جمع کیے گئے ہیں، مطبوعہ ۱۹۸۶ء
اسلام اور مستشرقین چہارم	مولانا عبدالرحمن پروانہ اصلاحی	مستشرقین کے موضوع پر مولانا شبلی نعمانی نے مختلف جگہوں پر جو کچھ لکھا ہے وہ اس میں مرتب انداز میں جمع کر دیا گیا ہے، مطبوعہ ۱۹۸۶ء
" پنجم	سید صباح الدین عبدالرحمن	مستشرقین پر مولانا سید سلیمان ندوی کی مختلف تحریروں کو اس میں جمع کر دیا گیا ہے، مطبوعہ ۱۹۸۵ء
اسلام اور مستشرقین	ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی ترجمہ: سلمان شمسی ندوی	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ ۱۹۷۱ء
اسلام اور علمائے فرنگ	نشاط امرتسری	حوالہ قاموس کتب اردو
اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ترجمہ: مولوی سید سلمان حسینی ندوی	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ بار اول ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء
اسوہ النبی صلعم	مولانا زاہد القادری	ہلال پریس دہلی ۱۹۲۵ء، علمائے مغرب کے خیالات کا مجموعہ۔
اظہار الحق (اردو)	مولانا رحمت اللہ کیرانوی ترجمہ: مولوی سلیم اللہ	مطبوعہ ۱۳۰۷ھ بحوالہ قاموس الکتب اردو ج اوّل
اظہار الاسلام	مولوی سلیم اللہ	مطبع فیض بریلی ۱۸۶۷ء، الطاف مسیح کے مناظرہ کا بیان جس میں وہ مسلمان ہو گیا تھا
الاعجاز العیسوی	مولانا رحمت اللہ کیرانوی	سن تالیف ۱۲۷۰ھ آگرہ سن طباعت ۱۲۷۱ھ بار دوم ادارۂ اسلامیات لاہور ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء قاضی محمد تقی عثمانی و محمد محترم فہیم عثمانی و حسین احمد نجیب۔
اعزاز عیسوی	حاجی عظیم احمد حسینی	پادری ٹھاکر داس کے رسالہ اظہار عیسوی کا جواب
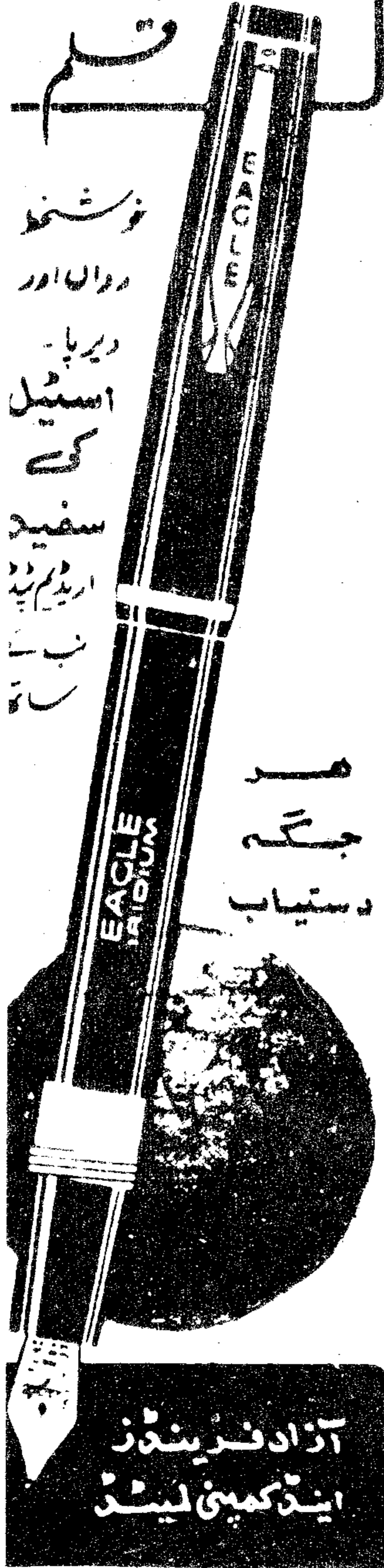
قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف وتبصرہ کتب

ترادفات القرآن مع فروق اللغویہ

امام راغب نے مفردات القرآن میں اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ قرآن میں عربی زبان کے مترادف الفاظ یکجا کر کے
ن کی تحقیق اور معانی میں جو باریک فرق پایا جاتا ہے اسے بالوضاحت بیان کریں گے" یہ کام اپنی نوعیت
ے لحاظ سے منفرد اور حد درجہ حزم و احتیاط اور تحقیقی لحاظ سے دل گردے کا کام ہے قرآن کریم کے بہت
ے الفاظ کا اردو زبان میں صرف ایک ہی لفظ سے ترجمہ کر لیا جاتا ہے مثلاً خوف، خشیۃ، حذر، وجل،
جس، تقویٰ، اور رہب، وغیرہ ان سب الفاظ کا ترجمہ ڈرنا ہی لکھا جاتا ہے مگر ان سب الفاظ میں ذیلی فرق کیا
ہے وجہ یہ اس موضوع پر مستقل اور جامع کتاب موجود نہیں تھی، امام راغب کی مفردات القرآن میں بعض مقامات
پر اشارے ملتے تھے ابو منصور عبدالملک بن محمد الثعالبی کی تصنیف "فقہ اللغۃ" میں یہ اشارے قدرے زیادہ
یں مگر ذیلی فرق کی توضیح میں تشنگی ختم نہیں ہوتی ابو ہلالی عسکری کی تصنیف الفروق اللغویہ میں اگرچہ مترادفا
ذیلی فرق کیا گیا ہے مگر صرف دو الفاظ میں اور بعض اوقات تین الفاظ میں، مثلاً خوف اور خشیۃ کا فرق الگ،
وف اور رھبۃ کا الگ، خشیۃ اور شفقۃ کا الگ، تخویف اور انذار کا الگ، مگر جب ان سب الفاظ کو
کجا کر کے فرق بیان کرنا پڑے تو کافی الجھن ہوتی ہے دور جدید کی ایک کتاب مقائیس اللغۃ میں ایک
دہ کے بنیادی معنیٰ ایک کے بجائے دو یا تین پیش کر دیئے جاتے ہیں جس سے ذیلی فرق از خود سمجھ میں
جاتا ہے۔ ان کتابوں کے باوصف مترادفات میں فرق کرنا بہت زیادہ دقت نظر اور لغوی تحقیق کا مقتضی تھا
للہ پاک جزائے خیر دے مولانا عبدالرحمن کیلانی کو، جنہوں نے بہت محنت، عرق ریزی اور شبانہ روز محنت سے
ردو زبان میں اس سلسلہ علم و تحقیق کو آگے بڑھایا ہے اور اس میں وہ کامیاب رہے ہیں اساتذہ تفسیر،
طلبہ اور مترجمین اور مدرسین کے لیے ایک انمول تحقیقی تحفہ، اس سے استفادہ اور مطالعہ سے عربی
زبان کی وسعت، سلیبت قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے بھی حظ وافر ہوتا ہے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق
ہن نشین کر لینے کے بعد مستفیدین یہ محسوس کرنے لگتے ہیں گویا قرآن کے نئے معانی اور مفہوم ان کے اذہان پر
تر رہے ہیں اور وہ واقعۃً ایک لاجواب کتاب کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، کوئی
مدرسہ، کتب خانہ اور لائبریری اس کتاب سے خالی نہیں ہونی چاہیئے ایک ہزار آٹھ صفحات کی یہ عمدہ کتاب
مضبوط جلد بندی، بہترین کتابت ۲۵۰ روپے میں مکتبہ اسلام وسن پورہ روڈ لاہور سے دستیاب ہے۔

سید امین گیلانی کی تصانیف الحاج سید امین گیلانی تحریک آزادی، تحریک ختم نبوت اور قافلۂ احرار کے حوالے سے ایک ممتاز شاعر اور محبوب شخصیت ہیں ان کی رزمی شاعری نے ہمیشہ اپنا سکہ جمایا ہے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے رفیق اور علماء حق کے معتمد خاص رہے ہیں گیلانی صاحب کے متعدد شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں انہیں تاریخ کے مطالعہ اور تاریخی یادداشتوں کو محفوظ کرنے کا بھی ذوق ہے اکابر علماء حق کے ساتھ رفاقت کی تاریخی یادیں لکھتے رہتے ہیں جن کے متعدد مجموعے چھپ چکے ہیں اسی وقت ہمیں درج ذیل کتابیں برائے تبصرہ موصول ہوئی ہیں۔

(۱) دو بزرگ! اسی میں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے حیرت انگیز واقعات اور دلچسپ حکایات کو مرتب کیا گیا ہے۔

بخاریؒ کی باتیں اس میں گیلانی صاحب نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے چشم دیدہ واقعات اور دلچسپ یادداشتیں صفحہ قرطاس پر منتقل کی ہیں۔

عبدہ ورسولہ یہ سید امین گیلانی کے لائق فرزند سید سلمان گیلانی کی نعتیہ نظموں کا مجموعہ ہے سلمان گیلانی بھی نعتیہ کلام اور شعری ذوق میں اپنے والد کے امین ہیں علماء حق کی رفاقت میں ان ہی کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں اس مجموعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ قدس میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا ہے گیلانی حضرات کی زیر تبصرہ کتب ادارہ السادات فاروقیہ کالونی شرق پور روڈ شیخوپورہ نے عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائیٹل اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ شائع کی ہیں۔

محرف قرآن الحق کے قارئین مولانا سید تصدق بخاری مدظلہ کے نام اور علمی اور تحقیقی کام سے بخوبی واقف ہیں ان کے وقیع مضامین الحق کے صفحات کی زینت بنتے رہتے ہیں موصوف درجن سے زائد کتابوں کے مصنف اور ماہنامہ ضیاء السنت کے مدیر ہیں پیش نظر کتاب میں انہوں نے سر سید احمد خان کو بحیثیت محرف قرآن ان کی اپنی تحریرات فاسدہ اور عقائد کاسدہ کے آئینہ میں ارباب علم و دانش کے سامنے پیش کیا ہے سر سید اپنے اعوان و انصار سمیت انگریزوں کی مدد اور اس کے مشن کی تکمیل کرتے رہے اور سفید فام شاطروں سے سر، خان بہادر، K.B، شاہی مشیر K.C، انڈیا کا امن جج G-I-S، قانون کا ڈاکٹر S-L-L-D، DOCTOR OF LAW وغیرہ کے خطابات حاصل کرتے رہے اور دو پشتوں تک دو صد روپیہ پنشن سے بھی سرفراز ہوئے اکبر الہ آبادی نے ان ہی کے کردار کی یہ تصویر پیش کی ہے ؎

جب سے ہم میں آنریبل اور سر پیدا ہوئے
سوتے فتنے جاگ اٹھے اور شر پیدا ہوئے

مولانا سید نعمان بخاری نے کتاب کے آغاز میں سرسید کا خاندانی پس منظر، تعلیمی مراحل، ان کے بارے میں علماء اور مورخین کے آراء پیش کی ہیں مثلاً شیخ محمد اکرام کی تصنیف موج کوثر ص۱۷۱ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ سرسید اور مرزا غلام احمد قادیانی ہم عقیدہ تھے، ص۵۱ سے کشفِ حقائق کے عنوان سے تفسیر حقانی کے حوالے سے سرسید کی قرآنی علوم سے جہالت کو آشکارا کیا ہے پھر سرسید کی تفسیری کاوش کے حوالے سے ان کے مبلغ علم، ملکہ وکٹوریہ سے ان کے روابط قرآنی مطالب کو بدلنے کی مذموم کاوشیں، سود کی حلت، جبرئیل، معراج اور جنت کے انکار کے علاوہ دسیوں ایسی تحریفات نقل کی ہیں جنہیں پڑھ کر یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ایک مسلمان ایسی تحریر لکھتا تو کجا، سوچ بھی نہیں سکتا بہر حال سرسید واقعتہً محرف قرآن تھے پیش نظر کتاب اُن کی اسی حیثیت کا تاریخی تحقیقی جائزہ اور ایک مستند دستاویز ہے صفحات ۲۴۸، کتابت عمدہ، طباعت شاندار قیمت معقول ملنے کا پتہ۔ ۲۳-سی - وائی بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ ۵۲۲۶۰

فقہی مقالات جلد اوّل

تصنیف حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ صفحات ۳۰۱
قیمت ۹۰/ روپے ناشر میمن اسلامک پبلشرز ۱۸۸/۱ لیاقت آباد کراچی [19]

پیش نظر کتاب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی عربی زبان میں تحریر کردہ مقالات ”بحوث فی قضایا الفقہیہ المعاصرۃ“ کا اردو ترجمہ ہے جو انہوں نے ”اسلامی فقہ اکیڈمی“ کے لیے تحریر فرماتے تھے حضرت مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب اس کے مترجم ہیں جنہیں اللہ نے جوانی اور نوعمری میں دسیوں کتابوں کا مؤلف مرتب مترجم اور ناشر کے طور پہ چن لیا ہے مولانا میمن کا ترجمہ پہ خود مولف مولانا عثمانی صاحب نے نظر ثانی بھی فرمائی ہے فقہی مقالات کی اس جلد میں کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم، کرنسی کی قوت خرید اور ادائیگیوں پہ اس کے شرعی اثرات، قسطوں پر خرید و فروخت، شیئرز کی خرید و فروخت، حقوق مجردہ کی خرید و فروخت، مغربی ممالک کے جدید مسائل اور اسلامی بینکنگ کے چند مسائل جیسے اہم عنوانات پر سیر حاصل اور جامع مباحث ہیں جو علماء، مفتیان کرام اور طلبۂ علوم دینیہ کی طرح عامۃ المسلمین کے لیے بھی بے حد نافع ہے توقع ہے فاضل مترجم اس کے بقیہ مضامین بھی جلد منظر عام پر لانے کی کوشش کریں گے کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، مضبوط جلد بندی، شاندار کور صفحات ۳۰۱ قیمت ۹۰ روپے

(بقیہ ص۴۶ سے)

شاگرد بڑے تعجب سے سوچنے لگتے تو وہ پورا واقعہ سناتے اور کہتے وہ بنو اشہل کا جوانمرد عمرو بن ثابت بن وقش تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی شہادت کی اطلاع سنی تو فرمایا کہ ـــــ اُس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت پایا۔ جو سوال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھتے تھے وہ اسی روایت پر مبنی ہے۔ رسالت پناہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ـــــ وہ یقیناً جنتی ہے!

روح افزا

اور آئس کریم

نیا ذائقہ، لطفِ دوبالا

Adarts- HRA-11/95